www.mohaddis.com

306

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محدث

جنوری ۲۰۰۷ء

۲۰ عشرہ ذوالحجہ اور قربانی کے احکام
۳۶ 'نماز' جنت کی چابی ہے!
۶۵ دورِ فتن میں مسلم خاتون کا فریضہ

مجلس التحقیق الاسلامی
مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیرِ اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی **مُدیر:** ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے **زرِ سالانہ:** ۲۰۰روپے **بیرون ملک:** ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ **ایڈریس:** ماہنامہ محدث، ۹۹جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 35866476 / 042 - 3586639 **موبائل:** 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملت اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلہ

ماہنامہ محدث

لاہور پاکستان

جلد ۳۹ رشمارہ ۱
ذو الحجۃ ۱۴۲۷ھ
جنوری ۲۰۰۷ء

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

مدیر
حافظ حسن مدنی
0333-4213525

زرسالانہ ۲۰۰ روپے
فی شمارہ ۲۰ روپے

بیرون ملک
زرسالانہ ۲۰ ڈالر
فی شمارہ ۲ ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ :
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700
5866476
5866396
Email: hhasan@wol.net.pk

Publisher
Hafiz Abdul Rahman Madani

Printer
Shirkat Printing Press, Lahore

فہرست مضامین

فکر و نظر
حجِ بیت الحرام؛ حضرت ابراہیمؑ سے محمد ﷺ تک — ابوالکلام آزادؒ — ۲

احکام و شرائع
قربانی؛ احکام و مسائل — فیض احمد بھٹی — ۱۳
عشرۂ ذوالحجہ اور عید الاضحیٰ کے فضائل و احکام — عبدالملک قاسم — ۲۰

عبادات و مناجات
الصلوٰۃ مفتاح الجنۃ — مولانا عبدالرحمٰن عزیز — ۳۶

فقہ و اجتہاد
بلادِ اسلامیہ میں غیر مسلموں کے حقوق — ڈاکٹر صالح العاید — ۴۹

اسلام اور خواتین
دورِ فتن میں مسلم خاتون کا فریضہ — زینب الغزالی — ۶۵

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

حج بیت اللہ الحرام: حضرت ابراہیمؑ سے نبی ﷺ تک!

اہل عرب نے اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مجموعہ تعلیم ہدایت کو بالکل بھلا دیا تھا، لیکن اُنہوں نے خانہ کعبہ کے کنگرے پر چڑھ کر تمام دنیا کو جو دعوتِ عام دی تھی، اس کی صدائے بازگشت اب تک عرب کے در و دیوار سے آ رہی تھی:

﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ* وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾ (الحج:۲۶،۲۷)

''اور جب ہم نے حضرت ابراہیم کے لیے ایک معبد قرار دیا اور حکم دیا کہ ہماری قدوسیت وجبروت میں اور کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور اس گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لیے ہمیشہ پاک ومقدس رکھنا۔ نیز ہم نے حکم دیا کہ دنیا میں حج کی پکار بلند کر دو۔ لوگ تمہاری طرف دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے۔ ان میں پیادہ پا بھی ہوں گے اور وہ بھی جنہوں نے مختلف قسم کی سواریوں پر دور دراز مقامات سے قطع مسافت کی ہوگی۔''

بدعات ومحدثاتِ جاہلیہ

لیکن سچ کے ساتھ جب جھوٹ مل جاتا ہے تو وہ اور بھی خطرناک ہو جاتا ہے۔ اہل عرب نے اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس سنتِ قدیمہ کو اب تک زندہ رکھا تھا، لیکن بدعات واختراعات کی آمیزش نے اصل حقیقت کو بالکل کم کر دیا تھا۔

① خدا نے اپنے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیام کی اجازت صرف اس شرط پر دی تھی کہ ﴿أَنْ لَا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا﴾ ''کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا'' لیکن اب خدا کا یہ گھر تین سو ساٹھ بتوں کا مرکز بن گیا تھا اور ان کا طواف کیا جاتا تھا۔

② خدا نے حج کا مقصد یہ قرار دیا تھا کہ دنیوی فوائد کے ساتھ خدا کا ذکر قائم کیا جائے، لیکن

www.KitaboSunnat.com

اب صرف آباؤ اجداد کے کارنامہ ہائے فخر وغرور کے ترانے گائے جاتے تھے۔

③ حج کا ایک مقصد تمام انسانوں میں مساوات قائم کرنا تھا، اس لیے تمام عرب بلکہ تمام دنیا کو اس کی دعوتِ عام دی گئی اور سب کو وضع ولباس میں متحد کر دیا گیا، لیکن قریش کے غرور وفضیلت نے اپنے لیے بعض خاص امتیازات قائم کر لیے تھے جو اُصولِ مساوات کے بالکل منافی تھے۔ مثلاً تمام عرب عرفات کے میدان میں قیام کرتا تھا لیکن قریش مزدلفہ سے باہر نہیں نکلتے تھے اور کہتے تھے ہم کہ متولیانِ حرم حرم کے باہر نہیں جا سکتے۔ جس طرح آج کل کے امرائے فسق ووالیانِ ریاست عام مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں آ کر بیٹھنے اور دوش بدوش کھڑے ہونے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

④ قریش کے سوا عرب کے تمام مرد وزَن برہنہ طواف کرتے تھے۔ ستر عورۃ (شرمگاہ) کے ساتھ صرف وہی لوگ طواف کر سکتے تھے جن کو قریش کی طرف سے کپڑا ملتا تھا اور قریش نے اس کو بھی اپنی اظہارِ سیادت کا ایک ذریعہ بنا لیا تھا۔

⑤ عمرہ گویا حج کا ایک مقدمہ یا جز تھا، لیکن اہل عرب ایامِ حج میں عمرہ کو سخت گناہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ''جب حاجیوں کی سواریوں کی پشت کے زخم اچھے ہو جائیں اور صفر کا مہینہ گزر جائے، تب عمرہ جائز ہو سکتا ہے۔''

⑥ حج کے تمام اجزا وارکان میں یہودیانہ رہبانیت کا عالمگیر مرض ساری ہو گیا تھا۔ اپنے گھر سے پا پیادہ حج کرنے کی منت ماننا، جب تک حج ادا نہ ہو جائے خاموش رہنا، قربانی کے اونٹوں پر کسی حالت میں سوار نہ ہونا، ناک میں نکیل ڈال کر جانوروں کی طرح خانہ کعبہ کا طواف کرنا، زمانۂ حج میں گھر کے اندر دروازے کی راہ سے نہ گھسنا بلکہ پچھواڑے کی طرف سے دیوار پھاند کے آنا، در ودیوار پر قربانی کے جانوروں کے خون کا چھاپہ لگانا، عرب کا عام شعار ہو گیا تھا۔

ظہورِ اسلام وتزکیۂ حج

اسلام درحقیقت دین ابراہیمی کی حقیقت کی تکمیل تھی، اس لئے وہ ابتدا ہی سے اس حقیقت

www.KitaboSunnat.com

گم شدہ کی تجدید و احیا میں مصروف ہوگیا جس کا قالب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں نے تیار کیا تھا۔ اسلام کا مجموعہ عقائد و عبادات صرف توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے مرکب ہے لیکن ان تمام ارکان میں حج ہی ایک ایسا رکن ہے جس سے اس تمام مجموعہ کی ہیئتِ ترکیبی مکمل ہوتی ہے، اور یہ تمام ارکان اس کے اندر جمع ہوگئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسلام کو صرف خانۂ کعبہ ہی کے ساتھ معلق کردیا:

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (نمل:۹۱)

''مجھ کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے ربّ کی عبادت کروں جس نے اس کو عزت دی۔سب کچھ اسی ربّ کا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کا فرمان بردار مسلم ہوں۔''

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر موقع پر حج کے ساتھ اسلام کا ذکر بطورِ لازم وملزوم کے کیا:

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ (حج:۳۴)

''اور ہر ایک اُمت کے لئے ہم نے قربانی قرار دی تھی تاکہ خدا نے ان کو جو چارپائے بخشے ہیں، ان کی قربانی کے وقت خدا کا نام لیں پس تم سب کا خدا ایک ہی ہے۔اسی کے تم سب فرمانبردار بن جاؤ اور خدا کے خاکسار بندوں کو حج کے ذریعہ دینِ حق کی بشارت دو۔''

'اسلام' اللہ کا ایک فطری معاہدہ تھا جس کو انسان کی ظالمانہ عہد شکنی نے بالکل چاک چاک کردیا تھا، اس لئے اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ناخلف اولاد کو روزِ اوّل ہی اس کے ثمرات سے محروم کردیا:

﴿وَ اِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ (البقرۃ:۱۲۴)

''جب خدا نے چند احکام کے ذریعے ابراہیم کو آزمایا اور وہ خدا کے امتحان میں پورے اُترے، تو خدا نے کہا کہ اب میں تمہیں دنیا کی امامت اور خلافت عطا کرتا ہوں اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اور میری اولاد کو بھی؟ ارشاد ہوا کہ ہاں، مگر اس قول وقرار میں ظالم لوگ داخل نہیں ہوسکتے۔''

www.KitaboSunnat.com

اُمتِ مسلمہ

اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جن 'کلمات' کے ذریعے آزمایا اور جن کی بنا پر اُنہیں دنیا کی امامت عطا ہوئی، وہ اسلام کے اجزاے اوّلین یعنی توحیدِ الٰہی، قربانی نفس و جذبات، صلوٰۃِ الٰہی کا قیام، اور معرفتِ دین فطری کے امتحانات تھے۔ اگرچہ ان کی اولاد میں سے چند ناخلف لوگوں نے ان ارکان کو چھوڑ کر اپنے اوپر ظلم کیا اور اس موروثی عہد سے محروم ہوگئے: ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات کے اندر ایک دوسری اُمت بھی چھپی ہوئی تھی جس کے لئے خود انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی:

﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (النحل:۱۲۰)

حضرت ابراہیم گو بظاہر ایک فردِ واحد تھے مگر ان کی فعالیتِ روحانیہ و الٰہیہ کے اندر ایک پوری قومِ قانت و مسلم پوشیدہ تھی۔

اجزاے حج

اب اس 'امتِ مسلمہ' کے ظہور کا وقت آ گیا اور وہ رسول مزکی و موعودہ غارِ حرا کے تاریک گوشوں سے نکل کر منظر عام پر نمودار ہوا تاکہ اس نے خود اس اندھیرے میں جو روشنی دیکھی ہے، وہ روشنی تمام دنیا کو بھی دکھلا دے:

﴿يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ (البقرۃ:۲۵۷)

''وہ پیغمبرؐ ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔''

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ﴾ (المائدۃ:۱۵)

''بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نورِ ہدایت اور ایک کھلی کھلی ہدایتیں دینے والی کتاب آئی۔''

وہ رسولؐ منظر عام پر آیا تو سب سے پہلے اپنے باپ کے موروثی گھر کو ظالموں کے ہاتھ سے واپس لینا چاہا، لیکن اس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی طرح بتدریج چند روحانی مراحل سے گزرنا ضرور تھا۔ چنانچہ اس نے ان مرحلوں سے بتدریج گزرنا شروع کیا۔ اس نے غارِ حرا سے نکلنے کے ساتھ ہی توحید کا غلغلہ بلند کیا کہ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو

www.KitaboSunnat.com

عہد لیا تھا، اس کی پہلی شرط یہی تھی: ﴿أَنْ لَا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا﴾ پھر اس نے صف نماز قائم کی کہ یہ گھر صرف اللہ ہی کے آگے سر جھکانے والوں کے لئے بنایا گیا تھا:

﴿وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ (الحج:۲۶)

اس نے روزے کی تعلیم دی کہ وہ شرائطِ حج کا جامع ومکمل تھا:

﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾

''جس شخص نے ان مہینوں میں حج کا ارادہ کرلیا تو اس کو ہر قسم کی نفس پرستی، بدکاری اور جھگڑے تکرار سے اجتناب کرنا لازمی ہے'' اور روزہ کی حقیقت یہی ہے کہ وہ انسان کو غیبت، بہتان، فسق وفجور، مخاصمت وتنازعت، اور نفس پرستی سے روکتا ہے۔'' (البقرۃ:۱۹۷)

جیسا کہ احکامِ صیام میں فرمایا:

﴿ثُمَّ اَتِمُّوْا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾

''پھر رات تک روزہ پورا کرو، اور روزہ کی حالت میں عورتوں کے نزدیک نہ جاؤ اور اگر مساجد میں اعتکاف کرو تو شب کو بھی ان سے الگ رہو'' (البقرۃ:۱۸۷)

اس نے زکوٰۃ بھی فرض کردی کہ وہ بھی حج کا ایک اہم مقصد تھا:

﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوْا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ﴾ (الحج:۲۸)

''قربانی کا گوشت خود کھاؤ اور فقیروں اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔''

فتح مکہ

اس طرح جب اس 'اُمتِ مسلمہ' کا روحانی خاکہ تیار ہوگیا تو اس نے اپنی طرح ان کو بھی منظر عام پر نمایاں کرنا چاہا۔ اس غرض سے اس نے عمرہ کی تیاری کی اور ۱۴، ۱۵ سو کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوا کہ پہلی بار اپنے آبائی گھر کو حسرت آلود نگاہوں سے دیکھ کر چلے آئیں۔ لیکن یہ کاروانِ ہدایت راستے ہی میں بہ مقامِ حدیبیہ روک دیا گیا۔ دوسرے سال حسبِ شرائط صلح زیارتِ کعبہ کی اجازت ملی اور آپ مکہ میں قیام کرکے چلے آئے۔ اب اس مصالحت نے راستے کے تمام نشیب وفراز ہموار کردیے تھے، صرف خانہ کعبہ میں پتھروں کا ایک ڈھیر رہ گیا تھا، اسے بھی فتح مکہ نے ہموار کردیا:

www.KitaboSunnat.com

دخل النبي ﷺ مكة يوم الفتح وحول البيت ستون و ثلث مائة نصب فجعل يطعنها بعود في يده ويقول﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾

''آنحضرتؐ فتح مکہ کے دن جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو اس کے گرد تین سو ساٹھ بت نظر آئے۔ آپ ان کو ایک لکڑی کے ذریعے ٹھکراتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾(بنی اسرائیل:۸۱) یعنی حق اپنے مرکز پر آ گیا اور باطل نے اس کے سامنے ٹھوکر کھائی۔ باطل پامال ہونے ہی کے قابل تھا'' (صحیح بخاری:۴۲۸۷،صحیح مسلم:۱۷۸۱)

فرضیتِ حج

اب میدان بالکل صاف تھا۔ راستے میں ایک کنکری بھی سنگِ راہ نہیں ہوسکتی تھی۔ باپ نے گھر کو جس حال میں چھوڑا تھا، بیٹے نے اس گھر کو اسی حالت پر لوٹا دیا۔ تمام عرب نے فتح مکہ کو اسلام و کفر کا معیارِ صداقت قرار دیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اب وقت آ گیا تھا کہ دنیا کو اس جدید النشأۃ 'اُمتِ مسلمہ' کے قالبِ روحانی کا منظر عام طور پر دکھا دیا جاتا، اس لئے دوبارہ اسی دعوتِ عامہ کا اعادہ کیا گیا جس کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام عالم میں ایک غلغلہ عام ڈال دیا تھا مگر اس قوت کا فعل میں آنا ظہورِ نبی اُمی پر موقوف تھا:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (آلِ عمران:۹۷)

''جو لوگ مالی اور جسمانی حالت کے لحاظ سے حج کی استطاعت رکھتے ہیں ان پر اب حج فرض کر دیا گیا۔''

تکمیل حج

اس صدا پر تمام عرب نے لبیک کہا اور آپؐ کے گرد ۱۳، ۱۴ ہزار آدمی جمع ہوگئے۔ عرب نے ارکانِ حج میں بدعات و اختراعات کا جو زنگ لگا دیا تھا، وہ ایک ایک کرکے چھڑا دیا گیا۔ آباؤ اجداد کے کارناموں کے بجائے اللہ کی توحید کا غلغلہ بلند کیا گیا:

﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا﴾ (البقرۃ:۲۰۰)

www.KitaboSunnat.com

''(زمانۂ حج میں) خدا کو اسی جوش و خروش سے یاد کرو جس طرح اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کا اعادہ کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ۔''

قریش کے تمام امتیازات مٹا دیے گئے، اور تمام عرب کے ساتھ ان کو بھی عرفہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر دیا گیا:

﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اور جس جگہ سے تمام لوگ روانہ ہوں تم بھی وہیں سے روانہ ہوا کرو اور فخر و غرور کی جگہ خدا سے مغفرت مانگو کیونکہ خدا بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔'' (البقرۃ:۱۹۹)

سب سے بدترین رسم برہنہ طواف کرنے کی تھی، اور مردوں سے زیادہ حیاسوز منظر برہنہ عورتوں کے طواف کا ہوتا تھا، لیکن ایک سال پہلے ہی سے اس کی عام ممانعت کرا دی گئی:

ان أبا هريرة أخبره أن أبا بكر الصديق بعثه في الحجة التي أمره رسول اللهﷺ قبل حجة الوداع يوم النحر في رهط يؤذن في الناس، ألا! لا يحج بعد العام مشرك ولا يطوف بالبيت عريان (صحیح بخاری:۱۶۲۲)

''حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے آنحضرتﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو ایک حج کا امیر بنایا اور اُنہوں نے مجھ کو ایک گروہ کے ساتھ روانہ کیا تاکہ یہ اعلان کر دیا جائے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک یا کوئی برہنہ شخص حج یا طواف نہ کر سکے گا۔''

زمانۂ حج میں عمرہ کرنے والوں کو فاسق و فاجر کہا جاتا تھا لیکن آنحضرتﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرہ ہی کا اِحرام باندھا اور صحابہ کو بھی عمرہ کرنے کا حکم دیا۔ پاپیادہ اور خاموش حج کرنے کی ممانعت کی گئی۔ قربانی کے جانوروں پر سوار ہونے کا حکم دیا گیا، ناک میں رسی ڈال کر طواف کرنے سے روکا گیا۔ گھر میں سامنے کے دروازے سے داخل ہونے کا حکم دیا:

﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۸۹)

''یہ کوئی نیکی کا کام نہیں ہے کہ گھروں میں پچھواڑے سے آؤ، نیکی تو صرف اس کی ہے جس نے پرہیزگاری اختیار کی۔ پس گھروں میں دروازے ہی کی راہ سے آؤ اور خدا سے ڈرو۔ یقین ہے کہ تم کامیاب ہوگے۔''

www.KitaboSunnat.com

قربانی کی حقیقت واضح کی گئی اور بتایا گیا کہ وہ صرف ایثارِ نفس وفدویتِ جان وروح کے اظہار کا ایک طریقہ ہے، اس کا گوشت یا خون خدا تک نہیں پہنچتا کہ اس کے چھاپہ سے دیواروں کو رنگین کیا جائے۔ خدا تو صرف خالص نیتوں اور پاک وصاف دلوں کو دیکھتا ہے۔

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ (الحج:۳۷)

''خدا تک قربانی کے جانوروں کا گوشت وخون نہیں پہنچتا بلکہ اس تک صرف تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔''

یہ چھلکے اُتر گئے تو خالص مغز ہی مغز باقی رہ گیا۔ اب وادیٔ مکہ میں خلوص کے دو قدیم وجدید منظر نمایاں ہوگئے، ایک طرف آبِ زمزم کی شفاف سطح لہریں لے رہی تھی، دوسری طرف ایک جدید النشأۃ قوم کا دریائے وحدت موجیں مار رہا تھا۔

اعلانِ عام و حجۃ الوداع

لیکن دنیا اب تک اس اجتماعِ عظیم کی حقیقت سے بے خبر تھی۔ اسلام کی ۲۳ سالہ زندگی کا مدوجزر تمام عرب دیکھ چکا تھا، مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسلام کی تاریخی زندگی کن نتائج پر مشتمل تھی، اور مسلمانوں کی جدوجہد، فدویت، ایثارِ نفس و روح کا مقصدِ اعظم کیا تھا؟ اب اس کی توضیح کا وقت آ گیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس گھر کا سنگِ بنیاد اس دعا کو پڑھ کر رکھا تھا:

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (البقرۃ:۱۲۶)

''جب ابراہیم نے کہا کہ خداوندا اس شہر کو امن کا شہر بنا اور اس کے باشندے اگر خدا اور روزِ قیامت پر ایمان لائیں تو ان کو ہر قسم کے ثمرات ونعائم عطا فرما۔''

جس وقت اُنہوں نے یہ دعا کی تھی، تمام دنیا فتنہ وفساد کا گہوارہ بن رہی تھی۔ دنیا کا امن و امان اُٹھ گیا تھا، اطمینان وسکون کی نیند آنکھوں سے اُڑ گئی تھی۔ دنیا کی عزت وآبرو معرضِ خطر میں تھی۔ جان و مال کا تحفظ ناممکن ہوگیا تھا، کمزور اور ضعیف لوگوں کے حقوق پامال کردیے گئے تھے، عدالت کا گھر ویران، حریتِ انسانیت مفقود اور نیکی کی مظلومیت انتہائی حد تک پہنچ چکی تھی۔ کرۂ ارضی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو ظلم و کفر کی تاریکی سے ظلمت کدہ نہ ہو۔ اس لئے

www.KitaboSunnat.com

اُنہوں نے آباد دنیا کے ناپاک حصوں سے کنارہ کش ہوکر ایک 'وادیٔ غیر ذی زرع' میں سکونت اختیار کی۔ وہاں ایک دارالامن بنایا اور تمام دنیا کو صلح وسلام کی دعوتِ عام دی۔ اب ان کی صالح اولاد سے یہ دارالامن بھی چھین لیا گیا تھا۔ اس لئے اس کے واپسی کے لئے پورے دس سال تک اس کے فرزند نے بھی باپ کی طرح میدان میں ڈیرہ ڈالا۔ فتح مکہ نے جب اس کا مامن وملجا واپس دلا دیا تو وہ اس میں داخل ہوا کہ باپ کی طرح تمام دنیا کو 'گم شدہ حق کی واپسی' کی بشارت دے۔ چنانچہ وہ اونٹ پر سوار ہوکر نکلا اور تمام دنیا کو مژدۂ امن وعدالت سنایا:

خطبہ حجۃ الوداع

«إن دماء كم وأموالكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا، ألا إن كل شى من أمر الجاهلية تحت قدمي موضوع ودماء الجاهلية موضوعة وأول دم أضعه دماء نا دم ابن ربيعة وربا الجاهلية موضوع وأول ربا أضعه ربانا ربا عباس بن عبد المطلب... اللهم اشهد... » (صحیح مسلم:۱۲۱۸، ابوداود: کتاب المناسك، باب صفة حجة النبي)

''جس طرح تم آج کے دن کی، اس مہینہ کی، اس شہر مقدس کی حرمت کرتے ہو، اسی طرح تمہارا خون اور تمہارا مال بھی تم پر حرام ہے۔ اچھی طرح سن لو کہ جاہلیت کی تمام بری رسموں کو آج میں اپنے دونوں قدموں سے کچل ڈالتا ہوں۔ بالخصوص زمانۂ جاہلیت کے انتقام اور خون بہا لینے کی رسم تو بالکل مٹا دی جاتی ہے، میں سب سے پہلے اپنے بھائی ابن ربیعہ کے خون کے انتقام سے دست بردار ہوتا ہوں۔ جاہلیت کی سودخوری کا طریقہ بھی مٹا دیا جاتا ہے اور سب سے پہلے خود میں اپنے چچا عباس ابن عبدالمطلب کے سود کو چھوڑتا ہوں۔ خدایا تو گواہ رہنا! خدایا تو گواہ رہنا!! خدایا تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہنچا دیا۔''

تکمیلِ دین الٰہی

اب حق پھر اپنے اصلی مرکز پر آ گیا، اور باپؑ نے دنیا کی ہدایت وارشاد کے لئے جس نقطہ سے پہلا قدم اُٹھایا تھا، بیٹےؑ کے روحانی سفر کی وہ آخری منزل ہوئی، اور اسی نقطے پر پہنچ کر اسلام کی تکمیل ہوگئی، اس لئے کہ اس نے تمام دنیا کو مژدۂ امن سنایا تھا، آسمانی فرشتے نے بھی

www.KitaboSunnat.com

اس کو کامیابی مقصد کی سب سے آخری بشارت دے دی:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدۃ:۳)

''آج کے دن میں نے تمہارے دین کو بالکل مکمل کردیا اور تم پر اپنے تمام احسانات پورے کردیئے، اور میں نے تمہارے اسلام کو ایک برگزیدہ دین منتخب کیا۔''

(ہفت روزہ 'الہلال' کلکتہ بابت ۲۸/اکتوبر ۱۹۱۴ء)

مذکورہ بالا مضمون برصغیر پاک و ہند کے مشہور ہفت روزے 'الہلال' سے ماخوذ ہے۔ اس مجلّے کے مدیر مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنے مخصوص ادبی اُسلوب کے ذریعے اپنے قارئین کو انتہائی متاثر کیا۔ ہفت روزہ 'الہلال' برصغیر کی دینی صحافت کا ایک درخشندہ باب ہے جس کا مختصر تعارف اسی مجلّہ میں حسبِ ذیل طور پر شائع ہوا:

''① 'الہلال' تمام عالم اسلامی میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے جو ایک ہی وقت میں دعوتِ دینیہ اسلامیہ کے احیا، درسِ قرآن وسنت کی تجدید، اعتصام بہ حبل اللہ المتین کا واعظ اور وحدتِ کلمہ اُمتِ مرحومہ کی تحریک کا لسان الحال، نیز مقالاتِ علمیہ و فصولِ ادبیہ، ومضامین وعناوین سیاسیہ کا مصدر و مرصع مجموعہ ہے۔اس کے درسِ قرآن وتفسیر اور بیانِ حقائق ومعارفِ کتاب اللہ الحکیم کا اندازِ مخصوص محتاجِ تشریح نہیں۔ اس کے طرزِ انشا وتحریر نے اُردو علم وادب میں دوسال کے اندر اندر ایک انقلابِ عظیم پیدا کردیا ہے۔اس کے طریق استدلال و استشہادِ قرآنی نے تعلیماتِ الٰہیہ کی محیط الکل عظمت و جبروت کا جو نمونہ پیش کیا ہے، وہ اس درجہ عجیب ومؤثر ہے کہ 'الہلال' کے اشدِ شدید مخالفین ومنکرین تک اس کی تقلید کرتے ہیں اور گویا اس طرح زبانِ حال سے اقرار واعتراف پر مجبور ہیں۔اس کا ایک ایک لفظ، ایک ایک جملہ، ایک ایک ترکیب، بلکہ عام طریق تعبیر وترتیب واُسلوب ونسجیان اس وقت تک کے تمام اُردو ذخیرہ میں مجددانہ ومجتہدانہ ہے۔

② قرآنِ کریم کی تعلیمات اور شریعتِ الٰہیہ کے احکام کو جامع دین و دنیا اور خارجی سیاست

www.KitaboSunnat.com

واجتماعیہ ثابت کرنے میں اس کا طریق استدلال و بیان اپنی خصوصیات کے لحاظ سے کوئی قریبی مثال تمام عالم اسلامی میں نہیں رکھتا۔

③ وہ تمام ہندوستان میں پہلی آواز ہے جس نے مسلمانوں کو ان کے تمام سیاسی و غیر سیاسی معتقدات و اعمال میں اتباعِ شریعت کی تلقین کی اور سیاسی آزادی وحریت کو عین تعلیماتِ دین ومذہب کی بنا پر پیش کیا۔ یہاں تک کہ دو سال کے اندر ہی اندر ہزاروں دلوں، ہزاروں زبانوں اور صدہا اقلام وصحائف سے اس حقیقت کو معتقدانہ نکلوا دیا۔

④ وہ ہندوستان میں پہلا رسالہ ہے جس نے موجودہ عہد کے اعتقادی وعملی اِلحاد کے دور میں توفیق الٰہی سے عمل بہ اسلام وقرآن کی دعوت کا از سرنو غلغلہ بپا کردیا، اور بلا ادنیٰ مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے مطالعے سے بے تعداد و بے شمار مُشکّکین، مذبذبین، مُتفرنجین، ملحدین اور تارکین اعمال واَحکام راسخ اعتقاد مؤمن، صادق الاعمال مسلم اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہوگئے ہیں۔ بلکہ متعدد بڑی بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر ہیں جن میں ایک نئی مذہبی بیداری پیدا ہوگئی ہے:

﴿ و ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم ﴾

⑤ علی الخصوص حکم مقدس جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق واَسرار اللہ تعالیٰ نے اس کے صفحات پر ظاہر کئے، وہ ایک فضل مخصوص اور توفیق ومرحمتِ خاص ہے۔

⑥ طالبانِ حق و ہدایت، متلاشیانِ علم وحکمت، خواستگارانِ ادب وانشا، تشنگانِ معارفِ الٰہیہ وعلومِ نبویہ، غرض کہ سب کے لئے اس سے جامع واعلیٰ اور بہتر واجمل مجموعہ اور کوئی نہیں۔

وہ اخبار نہیں ہے جس کی خبریں اور بحثیں پرانی ہوجاتی ہوں، وہ مقالات وفصولِ عالیہ کا ایک ایسا مجموعہ ہے جن میں سے ہر فصل و باب بجائے خود ایک مستقل تصنیف وتالیف ہے اور ہر زمانے اور ہر وقت میں اس کا مطالعہ مثل مستقل مصنفات وکتب کے مفید ہوتا ہے۔'' (ہفت روزہ 'الہلال' کلکتہ بابت ۲۸/اکتوبر ۱۹۱۴ء)

www.KitaboSunnat.com

عبادات

فیض احمد بھٹی
متعلّم مدینہ یونیورسٹی

قربانی اور مسائل

اللہ کریم کو اپنے بندوں سے بہت محبت ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ اس کا کوئی بندہ نارِ جہنم کا ایندھن بنے، اِسی لئے اس نے اپنے انبیاے کرام کے ذریعے اپنے بندوں کے لئے جنت کے راستے ہموار کئے اور ایسے ایسے عظیم اور آسان طریقے اور ذرائع مقرر کئے کہ جنہیں اپنا کر انسان اللہ تعالیٰ کے قریب ہوجاتا ہے، دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی سے محفوظ ہوجاتا ہے اور جنت الفردوس اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ اُن طریقہ جات اور ذرائع میں سے قربانی کرنا بھی ایک ایسا عظیم الشان عمل ہے کہ جس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی قربت نصیب ہوجاتی ہے اور اس کی دنیا و آخرت بھی سنور جاتی ہے۔

لفظِ 'قربانی' کا معنی ومفہوم

لفظ قُرْبَانِيّ قَرَبَ يَقْرُبُ سے مصدر بروزن فُعْلان ہے جبکہ بعض اقوال کے مطابق یہ لفظ صیغہ اسم فاعل بروزن ضُربان ہے اور بعد میں اس کے آخر میں یاے نسبتی لگا دینے سے لفظ قُرباني بن گیا۔ (لسان العرب:۱/۶۶۲،۶۶۵)

اب یہ لفظ اُن جانوروں کے لئے عَلَم کی حیثیت اختیار کرچکا ہے جو عیدالاضحیٰ کے دن اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے قُربانی کا معنی یہ ہوا کہ قریب کردینے والی۔ کیونکہ یہ عمل انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کردیتا ہے، اس لئے اسے قربانی کہتے ہیں۔

قربانی کی ابتدا

قرآنِ حکیم کی اس آیتِ مبارکہ ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الأَنْعَامِ﴾ (الحج:۳۴) سے معلوم ہوتا کہ قربانی شروع ہی سے ہر اُمت یعنی ہر قوم پر مقرر کی گئی تھی جبکہ قربانی دینے کے طریقے مختلف تھے۔ قرآنِ مجید میں یہ

www.KitaboSunnat.com

مذکور ہے کہ سب سے پہلے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کی، ایک بیٹے کی قربانی قبول ہوگئی جبکہ دوسرے کی ردّ کردی گئی۔قربانی کا یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنے پیارے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اللہ کی راہ میں پیش کردی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے ان کے بیٹے کی جگہ جنت سے بھیجے گئے دُنبے کو ذبح کروا دیا۔

قربانیوں کا یہ سلسلہ بدستور جاری رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو بھی بذریعہ وحی قربانی دینے کا حکم فرمایا:

﴿إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (الکوثر:۱،۲)

''اے محمد ﷺ! ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی، لہٰذا آپ اپنے ربّ کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی بھی دیں۔''

اہمیتِ قربانی

قربانی کی اہمیت کا اندازہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی اِس حدیثِ پاک سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «من وجد سِعَة فلم يُضَحِّ فلا يَقربنّ مُصلانا» (سنن ابن ماجہ:۱۲۳ قال الالبانی:'حسن'، مسند احمد:۳۲۱/۲) ''جو آدمی قربانی کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، پھر بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں داخل نہ ہو۔''

ایک دوسری حدیث سے بھی قربانی کی اہمیت واضح ہوتی ہے جس کے الفاظ کچھ یوں ہیں: «أقام رسول الله بالمدينة عشر سنين يُضحّي» ''نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے اور ہر سال قربانی دیا کرتے تھے۔'' (جامع ترمذی:۱۵۰۷)

یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری سال حجۃ الوداع کے موقع پر سو (۱۰۰) اونٹ نَحر (قربان) کئے جن میں سے تریسٹھ (۶۳) کو آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ذبح کیا اور باقی کو ذبح کرنے کا کام حضرت علیؓ کے سپرد کیا اور اس کے ساتھ اپنی ازواجِ مطہرات کی طرف سے ایک گائے بھی ذبح فرمائی۔ (صحیح مسلم:۱۲۱۸)

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص قربانی کی استطاعت رکھتا ہو، اسے لازمی طور پر قربانی کرنی چاہئے بلکہ ایک جگہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «یاأیها الناس إن علی کل أهل بیت في کل عام أُضحِیَة» (ابوداؤد:۲۷۸۸)

''اے لوگو! ہر اہل خانہ پر ہر سال قربانی دینا ضروری ہے۔'' (قال الالبانی: 'حسن')

اس بنا پر بعض ائمہ کرام نے قربانی کو صاحبِ استطاعت پر 'واجب' بھی قرار دیا ہے۔

فضائل قربانی

◉ قربانی اور قربانی دینے والے کی فضیلت میں کئی ایک احادیث منقول ہیں، جیسا کہ ایک مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ما عمل آدمي من عمل یوم النحر أحب إلی الله من إهراق الدم إنها لتأتي یوم القیامة بقرونها وأشعارها وأظلافها وأن الدم لیقع من الله بمکان قبل أن یقع من الأرض فطیبوا بها نفسا» (ترمذی:۱۴۹۳، ابن ماجہ:۱۳۲۶)

''اللہ تعالیٰ کو عید الاضحیٰ کے دن قربانی سے بڑھ کر کوئی بھی عمل زیادہ محبوب نہیں ہوتا، بیشک روزِ قیامت قربانی کے جانور کا ثواب، سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت ملے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل ہی قربانی بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جاتی ہے، لہٰذا بخوشی قربانی کیا کرو۔''

◉ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے بایں الفاظ فضیلت قربانی کا تذکرہ فرمایا:

«استفرهوا ضحایا کم فإنها مطایاکم علی الصراط»

''یعنی موٹے اور تازے جانوروں کی قربانی کیا کرو، کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گے۔'' (تلخیص الحبیر:۱۳۸/۴، کنز العمال:۱۲۱۷۷)

حقیقتِ قربانی اور اس کا اجر وثواب

◉ صحابہ کرامؓ نے ایک دن عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ قربانی کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: «سنة أبیکم إبراهیم» یعنی ''یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔''

◉ پھر عرض کیا کہ ان قربانیوں کا اجر وثواب کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پورے جسم کے ہر بال کے بدلے ایک ایک نیکی ملے گی۔'' (سنن ابن ماجہ:۳۱۲۷)

www.KitaboSunnat.com

◉ ایک اور حدیثِ مبارک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:«من ضحّٰی طیبة نفسه محتسبا لأضحیته کانت له حجابا من النار» (معجم کبیر از طبرانی، جامع الصغیر)

''جس نے خوشی کے ساتھ قربانی کی اور اللہ تعالیٰ سے اجروثواب کی اُمید بھی رکھی تو یہ قربانی اس کے لئے جہنم کے مقابلہ میں ڈھال بن جائے گی۔''☆

اہم مسائل قربانی

قربانی کے جانور کو خریدتے وقت اچھی طرح چیک کرلیں تاکہ بعد میں کوئی پریشانی نہ ہو کیونکہ بازاروں اور منڈیوں میں رطب و یابس دونوں طرح کی اشیا موجود ہوتی ہیں۔ مسائل واحکامِ قربانی کتبِ احادیث اور کتبِ فقہ میں تفصیلی طور پر موجود ہیں، ذیل میں ہم چند اہم اور ضروری مسائل کا بالترتیب اور بحوالہ تذکرہ کرتے ہیں۔ اِن شاء اللہ

① بکرا ہو، مینڈھا ہو، گائے ہو یا اونٹ سب کے لئے ضروری ہے کہ وہ مُسِنَّة ہوں، ہاں اگر کسی مجبوری کے پیش نظر مُسنة نہ ملے تو پھر بھیڑ کا جَذْعَة بھی کیا جاسکتا ہے:«لا تذبحوا إلا مسنة إلا أن یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضأن» (صحیح مسلم:۱۹۶۳)

حدیثِ مذکور میں موجود لفظ مُسِنّة کے بارے اہل علم کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کے نزدیک اس سے مراد دو دانتوں والا یعنی دوندا جانور ہے اور بعض کے نزدیک اس سے مراد ایک سال تک کی عمر کا جانور ہے۔ جبکہ راجح قول یہی ہے کہ مُسنَّة سے مراد دوندا جانور ہے۔ جیسا کہ لغات، شرحِ مشکوٰۃ، مجمع البحار اور تاج العروس وغیرہ میں مذکور ہے۔ پھر ایک اور حدیث سے اس قول کی تائید ملتی ہے جس کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

«ضحوا بالثنایا» (نصب الرایة للزیلعي:۴/۲۱۶)

''یعنی تم دو دانتوں والے (دوندے) جانوروں کی قربانی کیا کرو۔''

مندرجہ بالا احادیث واقوال سے ثابت ہوا کہ قربانی کے لئے جانور کا مُسنَّة ہونا ضروری ہے جبکہ مسنة سے مراد دوندا جانور ہی ہے۔ صحیح مسلم کی مذکورہ روایت میں یہ بھی ثابت ہے

☆ 'فضائل قربانی' اور 'حقیقتِ قربانی' کے زیرعنوان ذکر کردہ تمام احادیث کو علامہ البانیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن واضح رہے کہ اس سے قربانی کی اہمیت یا سنتِ مؤکدہ ہونے پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: 'فضائل قربانی کی احادیث کا علمی وتحقیقی جائزہ' از غازی عزیر مبارکپوری (محدث، اپریل ۱۹۹۳ء)

www.KitaboSunnat.com

کہ اگر کسی شرعی مجبوری کی بنا پر مُسنہ میسر نہ ہوسکے تو بھیڑ کا جذعہ قُربانی کرنا جائز ہے۔

یہاں مناسب ہوگا کہ لفظ جذعۃ کی بھی کچھ وضاحت ہوجائے کیونکہ بعض لوگ اس لفظ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بالکل چھوٹے چھوٹے جانور قربانی کے لئے ذبح کرلیتے ہیں اور تمام جانوروں کے بچوں کو بطورِ قربانی ذبح کرنا جائز بھی سمجھتے ہیں حالانکہ صحیح مسلم کی اس حدیث سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ جذعۃ یعنی بھیڑ کا بچہ اسی صورت میں قربانی کرنا جائز ہے جب کوئی ایسی مجبوری پیدا ہوجائے جس کے پیش نظر دوندا ملنا محال ہوجائے بصورتِ دیگر نہیں۔ رہی بات لفظ جذعۃ تو یہ لفظ مضبوط اور قوی کے معنی میں آتا ہے، نیز یہ مُسنَّۃ کا نصف ہوتا ہے۔

اب جب آپ ﷺ نے جذعۃ من الضأن کی قید لگا دی تو ظاہر یہ ہوا کہ دوندا نہ ملنے کی صورت میں جذعۃ قربان کیا جاسکتا ہے لیکن وہ جنس بھیڑ سے ہو نہ کہ کسی اور جنس سے۔ جیسا کہ اس بات کو حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اور علامہ ابن عثیمین نے الشرح المُمتع میں راجح قرار دیا ہے۔ بعض اہل علم نے اس بات کو واضح کیا کہ جذعۃ ضأن تقریباً گیارہ سے بارہ ماہ تک کے بھیڑ کے بچے کو کہتے ہیں۔ واللہ اعلم☆

② قربانی کا جانور موٹا تازہ اور صحت مند ہونا چاہئے۔ (سنن ابوداؤد، جامع ترمذی)

③ قربانی کے لئے کمزور، بیمار، لاغر، لنگڑا، معذور، کانا، بھینگا، کان کٹا اور سینگ ٹوٹا، یعنی ناقص وعیب دار جانور نہیں ہونا چاہئے۔ (سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

④ خصی جانور کی قربانی کرنا جائز ہے کیونکہ خصی ہونا کوئی نقص نہیں ہے۔

(مسند احمد، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، ابن ماجہ، سنن دارمی)

⑤ آلاتِ قربانی مثلاً چھری، ٹوکہ وغیرہ جانوروں سے چھپا کر تیز کریں◉ نیز ایک جانور کو دوسرے کے سامنے ذبح کرنے سے پرہیز کریں کیونکہ اس عمل سے جانور تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ (معجم طبرانی، مستدرک حاکم)

⑥ قربانی کا جانور مالک خود ذبح کرے یا پھر کم از کم بوقتِ ذبح قریب کھڑا رہے کیونکہ جانور

☆ اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لئے محدث کے شمارہ اپریل ۱۹۹۹ء میں شائع ہونے والا مضمون ملاحظہ کریں:
''جذعۃ من الضأن کی تحقیق'' از مولانا عبدالرحمٰن عزیز الہ آبادی

◉ مزید تفصیل کیلئے: جانور ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ از ڈاکٹر شفیق الرحمٰن کیلانی (مطبوعہ محدث اپریل ۲۰۰۰ء)

www.KitaboSunnat.com

کے خون کے قطرے زمین پر گرنے سے قبل ہی گناہِ (صغیرہ) معاف ہوجاتے ہیں۔
(صحیح مسلم، مسند بزار)

⑦ قربانی نمازِ عید پڑھنے کے بعد ذبح کرنی چاہئے کیونکہ جو قربانی قبل از نماز عید کی جائے وہ قربانی شمار نہیں ہوتی بلکہ عام صدقہ ہوگا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

⑧ ایک جانور پورے گھر یعنی اہل خانہ کی طرف سے کافی ہوتا ہے۔(سنن ابوداؤد) ہاں اگر کوئی استطاعت رکھتا ہو تو ہر فرد کی طرف سے الگ الگ قربانی بھی کی جاسکتی ہے۔ (بخاری)

⑨ کسی فوت شدہ شخص کی طرف سے بھی قربانی کرنا جائز ہے مگر اس وقت کہ جب آدمی خود بھی اپنی طرف سے قربانی دے اور میت کے لئے علیحدہ دے۔
(صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی)

⑩ گائے میں سات حصے دار اور اونٹ میں بھی سات حصے دار شریک ہوسکتے ہیں۔ (صحیح مسلم) ایک دوسری روایت کے مطابق اونٹ میں دس حصے دار بھی شریک ہوسکتے ہیں۔
(مسند احمد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

⑪ قربانی کا گوشت تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:
۱۔ اپنے لئے ۲۔ اپنے عزیز واقارب، دوست احباب اور ہمسایوں کے لئے
۳۔ غربا، فقراء اور مساکین کیلئے (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الحج اور الشرح المُمتع: ۷/۴۸۱۔۴۸۲)

⑫ قربانی کی کھال اور گوشت قصاب کو ہرگز نہ دیں بلکہ ذبح کرنے کی اُجرت علیحدہ دیں اور کھال صدقہ کردیں۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

⑬ قربانی کی کھالیں وہیں استعمال کریں جہاں زکوٰۃ استعمال ہوسکتی ہے، جیسا کہ دینی مدارس، غربا، فقرا اور مساکین وغیرہ۔ (تفسیر ابن کثیر)

⑭ قربانی کی رقم کسی دوسرے اچھے کام پر خرچ کرنے سے نہ تو قربانی کا ثواب ملتا ہے اور نہ ہی یہ قربانی کا بدل بن سکتا ہے۔ (سنن دارقطنی)

⑮ عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور بعد میں قربانی کا گوشت کھانا سنت ہے۔
(مسند احمد، جامع ترمذی، صحیح ابن حبان)

www.KitaboSunnat.com

⑯ جو آدمی قربانی کرنا چاہتا ہو وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھ لینے کے بعد قربانی ذبح کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔ نیز جو کوئی قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ بھی اگر یہ عمل اپنائے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی اجر وثواب سے نوازے گا۔ (صحیح مسلم، سنن ابوداؤد)

مسنون طریقۂ قربانی: قربانی کے جانور کو اس طرح زمین پر لٹائیں کہ اس کا پیٹ اور منہ قبلہ رُخ ہو، پھر بائیں ہاتھ میں اس کا منہ پکڑ لیں جبکہ دایاں پاؤں اس کی گردن پر رکھیں اور پھر تکبیر یعنی «بسم الله ، الله أكبر» پڑھ کر ذبح کردیں۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم) ذخیرۂ احادیث میں اور بہت سی دعائیں بھی موجود ہیں جنہیں بوقتِ قربانی پڑھا جاسکتا ہے۔

فلسفہ قربانی

① اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اجتماعی طور پر منظر پیدا ہوجاتا ہے۔

② مسلمانوں کی اجتماعی قوت نمایاں طور پر ظاہر ہوجاتی ہے۔

③ جن لوگوں کو سال بھر گوشت دیکھنا نصیب نہیں ہوتا، انہیں بھی قربانی کے روز وافر مقدار میں گوشت مل جاتا ہے۔

④ قربانی کی کھالوں سے غربا، فقرا اور مساکین وغیرہ کی مالی امداد ہوجاتی ہے۔

⑤ مختلف مصنوعات جو کہ چمڑے اور ہڈیوں سے بنائی جاتی ہیں، ان کے لئے وافر مقدار میں میٹریل مہیا ہوجاتا ہے۔

قربانی سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے؟

اگر دیکھا جائے تو قربانی کے جانور کا گوشت پوست ہمارے کام آتا ہے بلکہ اس کے کھالوں اور بالوں وغیرہ سے ہم ہی فائدہ اُٹھاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کو قربانی سے کیا مطلوب ہے؟ وہ اس سے کیا چاہتا ہے؟ تو جواب میں یہ آیتِ مبارکہ سامنے آجاتی ہے کہ

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَائُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ (الحج:۳۷)

''اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت وخون نہیں پہنچتا بلکہ اس کے پاس تو تقویٰ پہنچتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو تو صرف اور صرف اخلاص وتقویٰ مطلوب ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ قربانی جیسے عظیم عمل میں ہر قسم کے دکھاوے سے بچنا چاہئے اور صرف رضائے الٰہی کے لئے قربانی ہونی چاہئے کیونکہ وہ تو سینوں کے بھیدوں کو بھی جاننے والا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

احکام وشرائع

شیخ عبدالملك القاسم
ترجمہ وتحقیق: کامران طاہر

عشرۂ ذی الحجہ اور عیدالاضحیٰ کے فضائل واحکام

تمام تعریف اللہ تبارک وتعالیٰ کو سزاوار ہے جس نے اپنے صالح بندوں کو ایسے مواقع عطا کئے جن میں کثرت کے ساتھ نیک اعمال بجالاتے ہیں اور موت تک اُنہیں یہ مہلت اور موقع فراہم کیا کہ نیکیوں کے ان مختلف موسموں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے دن اور رات کی مبارک گھڑیوں میں بھلائیوں کے وافر ثمرات اپنے دامن میں سمیٹ سکیں۔

اور درود وسلام ہوں ہمارے نبی محمد ﷺ اور ان کی آل اور ان کے تمام اصحابؓ پر!

اُمتِ محمدیہ کی عمریں سابقہ اُمم کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: «أعمار أمتي ما بين الستين إلى السبعين» (ترمذی:۳۵۵۰) ''میری اُمت کے لوگوں کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہیں۔'' لیکن اللہ تعالیٰ نے عمروں کی اس کمی کی تلافی اس طرح سے کی کہ اُنہیں ایسے کثیر اعمالِ صالحہ عنایت فرمائے جو گویا عمر میں برکت کا باعث ہیں۔ جو شخص ان اعمال کو بجالائے گا، گویا اسے ایک طویل عمر عطا کی گئی۔ ان اعمال میں سے ایک عمل شبِ قدر کی عبادت ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ (القدر:۳)

''شبِ قدر (کی عبادت) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔''

امام رازیؒ فرماتے ہیں: "اعلم أن من أحياها فكأنما عبد الله نيفا وثمانية سنة ومن أحياها كل سنة فكأنما رزق أعمارا كثيرة''

''جان لو! جس نے اس شب عبادت کی، اس نے گویا اللہ کی اسّی سے زائد سال عبادت کی اور جس نے ہر سال ایسا کیا گویا اسے بہت ساری عمریں عطا کی گئیں۔''

ایسے مبارک اوقات میں ذوالحجہ کے دس دن بھی شامل ہیں جن کی فضیلت قرآنِ کریم اور

www.KitaboSunnat.com

احادیث میں وارد ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالْفَجْرِ ○ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ (الفجر:۱،۲) ''قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی۔''

امام ابن کثیرؒ اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔

اور اِرشادِ ربانی ہے:﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ﴾ (الحج:۲۸)

''ان معلوم دِنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کریں۔''

ابن عباسؓ کا قول ہے:''أيام معلومات سے مراد ذوالحجہ کے ہی دس دن ہیں۔''

امام بخاریؒ اپنی صحیح میں ابن عباسؓ سے روایت لائے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«ما العمل في أيام أفضل من هذه» قالوا: ولا الجهاد؟ قال: «ولا الجهاد إلا رجل خرج يخاطر بنفسه وماله فلم يرجع بشيء» (صحیح بخاری:۹۶۹)

''(ذوالحجہ) کے دِنوں میں کئے گئے اعمال سے کوئی عمل افضل نہیں۔صحابہؓ نے عرض کی: جہاد بھی نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: جہاد بھی نہیں، مگر وہ شخص جو اپنی جان اور مال لے کر اللہ کے رستے میں نکلا اور کسی چیز کے ساتھ واپس نہ لوٹا۔''

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ما من أيام أعظم عند الله ولا أحب إليه العمل فيهن من هذه الأيام العشر، فأكثروا فيهن من التهليل والتكبير والتحميد» (مسند احمد:۲/۷۵)[1]

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک ان دس دنوں سے زیادہ کوئی دن برتر نہیں اور نہ ہی ان ایام میں کئے گئے اعمال سے کوئی عمل زیادہ پسندیدہ ہے۔ پس ان دنوں میں کثرت کے ساتھ اللہ کی تہلیل، کبریائی اور تعریف کرو۔''

سعید بن جبیرؒ کے متعلق آتا ہے کہ جب ذوالحجہ کے دس دن شروع ہوتے تو آپؒ اعمال میں اپنی طاقت سے بڑھ کر محنت کرتے اور آپؒ کا یہ فرمان بھی ہے کہ''اس عشرے کی راتوں میں اپنے چراغوں کو بجھنے نہ دو۔'' (یعنی قراءت اور قیام کا اہتمام کرو)

ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

---

[1] اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف راوی ہے جب کہ انہی الفاظ سے ابن عمرؓ سے ایک اور طریق سے حسن درجہ کی روایت وارد ہے۔دیکھئے مسند ابی عوانہ:۳۰۲۴

www.KitaboSunnat.com

والذي يظهر أن السبب في امتياز عشر ذي الحجة لمكان اجتماع أمهات العبادة فيه، وهي الصلاة والصيام والصدقة والحج، ولا يتأتي ذلك في غيره (فتح الباری:۲/۴۶۰)

''عشرۂ ذوالحجہ کی برتری کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسی اساسی عبادات جمع ہوچکی ہیں جبکہ دوسرے دنوں میں ایسا نہیں۔''

حافظ ابن رجبؒ فرماتے ہیں:

"لما كان الله سبحانه قد وضع في نفوس عباده المؤمنين حنيًّا إلى مشاهدة بيته الحرام، وليس كل أحد قادرًا على مشاهدته كل عام، فرض على المستطيع الحج مرة واحدة في عمره وجعل موسم العشر مشتركا بين السائرين والقاعدين"

''جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے دلوں میں بیت الحرام کے مشاہدے کا اشتیاق پیدا کر دیا تو چونکہ ہر سال اس کی زیارت کا شرف حاصل کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے استطاعت رکھنے والے پر زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض کر دیا اور أیام العشر کو حج کے لئے سفر کرنے والے اور پیچھے رہ جانے والے سب کے لئے نیکیوں کا موسم بہار بنا دیا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے پوچھا گیا کہ ذوالحجہ کے دس دن افضل ہیں یا رمضان المبارک کے آخری دس دن؟ تو آپؒ نے جواب دیا:

''ذوالحجہ کے دس دن رمضان المبارک کے آخری دس دنوں سے افضل ہیں اور رمضان المبارک کے آخری دنوں کی راتیں ذوالحجہ کے عشرہ کی راتوں سے افضل ہیں۔'' (فتاویٰ:۶/۱۰۰)

مسلمان بھائیو! اپنے وقت کو کارآمد بنانے اور قیمتی گھڑیوں کے فوائد سمیٹنے میں جلدی کیجئے تاکہ آپ کی باقی ماندہ عمر کا مول پڑ جائے اور اللہ سے آئندہ وقت ضائع کرنے کی معافی مانگئے، بلاشبہ ان مبارک ایام میں نیک اعمال کی چاہت میں رہنا بھلائی کی طرف پیش رفت ہے اور تقویٰ پر دلالت کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (الحج:۳۲)

www.KitaboSunnat.com

''جو اللہ کی نشانیوں کی عزت وتکریم کرے تو یہ اس کے دلی تقویٰ کی وجہ سے ہے۔''

اِن ایام میں مستحب افعال

ایک مسلمان کو یہی زیبا ہے کہ وہ اس عام بھلائی کے موسموں کا سچی توبہ کے ساتھ استقبال اور خیر مقدم کرے۔ کیونکہ دنیا وآخرت میں اگر کوئی خیر سے محروم ہوتا ہے تو صرف اپنے گناہوں کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾

''تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کا بدلہ ہے، وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرمالیتا ہے۔'' (الشوریٰ:۳۰)

گناہ دِلوں پر قدیم اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔ جس طرح زہر جسموں کو نقصان پہنچاتا ہے اور جسم سے ان کا نکالنا ضروری ہوجاتا ہے بعینہٖ گناہ بھی دلوں پر مکمل طور پر اثر چھوڑتے ہیں، اسی طرح سیاہ کاریاں الگ کھیتی اُگا دیتی ہیں اور گناہوں کی دوسری آلائشوں کو بھی دعوت دیتی ہیں، جس سے ان کی نمو ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ ان آلائشوں کو انسان کے لئے دلوں سے نکالنا یا علیحدہ کرنا انتہائی دشوار ہوجاتا ہے۔ لہٰذا مسلمانو! سچی توبہ کرتے ہوئے، سیاہ کاریوں اور گناہوں سے دامن بچاتے ہوئے اللہ سے بہ اصرار بخشش طلبی کے ساتھ ان ایام کا استقبال کیجئے اور اللہ عزوجل کے ذکر پر ہمیشگی اختیار کرلیں۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اچانک کب اس کو موت کا بلاوا آجائے اور وہ اس دنیائے فانی سے کوچ کرجائے۔

اَب هم ان چند نيك اعمال كا ذكر كرتے هيں:

❶ عام نیک اعمال کثرت کے ساتھ بجالانا

آپ ﷺ نے فرمایا: «ما من أيام أعظم عند الله ولا أحب إليه العمل فيهن من هذه الأيام العشر...» (حوالہ سابق)

اور وہ نیک اعمال جن کے بارے میں عام طور پر لوگ غفلت کا شکار رہتے ہیں، ان میں قرآن کی تلاوت، بہت زیادہ صدقہ کرنا، مساکین پر خرچ کرنا، أمر بالمعروف ونهی عن المنكر پر عمل کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

❷ نماز

فرائض کی طرف جلدی کرنا، پہلی صف کے لئے سعی کرنا پسندیدہ اعمال ہیں۔ اسی طرح نوافل زیادہ سے زیادہ ادا کئے جائیں، کیونکہ اللہ کے قرب کے لئے کئے جانے والے اعمال میں یہ سب سے افضل عمل ہے۔ ثوبانؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«عليك بكثرة السجود لله فإنك لا تسجد لله سجدة إلارفعك الله بها درجة، وحط عنك بها خطيئة» (صحیح مسلم:۴۸۸)

''اللہ کے آگے کثرت سے سجدہ ریز ہوا کر، اللہ کے آگے تیرے ایک سجدہ کرنے سے اللہ تیرا ایک درجہ بلند کردے گا اور تیری ایک خطا کو مٹا دے گا۔''

نماز کے لئے مکروہ اوقات کے علاوہ یہ نیک عمل ہر وقت کیا جاسکتا ہے۔

❸ روزے

حدیث میں ہے کہ كان رسول الله ﷺ يصوم تسع ذي الحجة، ويوم عاشوراء، وثلاثة أيام من كل شهر (سنن ابوداود:۲۴۳۷)

''آپ ﷺ تسع ذي الحجة[۲]، دس محرم اور ہر مہینے کے تین دن (ایامِ بیض) کے روزے رکھتے تھے۔''

حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں:

«أربع لم يكن يدعهن رسول الله ﷺ: صيام عاشوراء، والعشر، وثلاثة أيام من كل شهر، والركعتين قبل الغداة» (مسند احمد:۶/۲۸۷)

---

[۲] اس روایت کے بعد میں آنے والی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا یہاں تسع ذي الحجة سے مقصود ذوالحجہ کے نو روزے ہیں۔ واللہ اعلم! تسع ذي الحجة کا معنی ۹ روزے کرنا درست معلوم ہوتا ہے جس کی تائید آپؐ کی مذکورہ حدیث أربع لم يكن يدعهن ... العشر... میں العشر: 'دس روزے' کے الفاظ بھی کرتے ہیں، نیز امام ابوداود کا اس روایت کو باب في صوم العشر کے تحت لانا اور سنن نسائی کی روایت میں كان يصوم تسعا من ذي الحجة ''ذی الحجہ کے نو دن کے روزے'' کے الفاظ سے مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ آپؐ ذوالحجہ کے مہینے کے ۹ روزے رکھتے تھے۔ (مترجم)

www.KitaboSunnat.com

''رسول اللہ ﷺ چار کام نہیں چھوڑتے تھے، عاشورا کا روزہ، عشرہ ذوالحجہ [3] کے روزے، اور ہر مہینے کے تین دن (ایام بیض) کے روزے اور فجر کی دو سنتیں۔''

اور آپ ؐ کا فرمان ہے: «ما من عبد يصوم يوما في سبيل الله إلا باعد الله بذلك اليوم وجهه عن النار سبعين خريفا» (صحیح بخاری:۲۸۴۰، صحیح مسلم:۱۱۵۲)

''جو آدمی اللہ کے رستے میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے، اللہ اس کے اور جہنم کے درمیان ستر سال کی دوری ڈال دیتے ہیں۔''

امام نوویؒ عشرہ ذوالحجہ کے روزوں کے متعلق فرماتے ہیں:

''ان کا رکھنا بہت زیادہ پسندیدہ ہے۔''

نبی کریم ؐ کا عرفہ کے روزہ کو ذوالحجہ کے دس دنوں میں خاص کرنے کی وجہ اس کی فضیلت کو ظاہر کرنا تھا جیسا کہ آپ ؐ نے فرمایا: «صيام يوم عرفة احتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله والتي بعده» (صحیح مسلم:۱۱۶۲) ''عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا، مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ بنا دے۔''

۴ حج وعمرہ کی ادائیگی

نبی ؐ کا فرمان ہے: «والحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة» (صحیح بخاری:۷۷۶)

''حج مبرور کی جزا تو صرف جنت ہے۔''

اور فرمایا: «من حج هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه»

''جس شخص نے اللہ کے گھر کا حج کیا اور بے ہودگی وفسق سے بچا رہا تو اس حالت میں لوٹے گا جیسے آج ہی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو۔'' (صحیح بخاری:۱۸۲۰)

۵ تکبیر، تہلیل اور تحمید

ابن عمرؓ کی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[3] عشرہ ذوالحجہ میں دس ذوالحجہ کا دن شامل نہیں۔ عشر کا لفظ باقی نو دن کے غلبہ کی وجہ سے بولا گیا ہے جب کہ دسویں ذی الحجہ کا روزہ رکھنے کی ممانعت نبی ﷺ سے ثابت ہے، حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے:

"نهى رسول الله ﷺ عن صوم يوم الفطر والنحر" (صحیح بخاری:۱۹۹۱)

''رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے منع فرمایا ہے۔'' (مترجم)

www.KitaboSunnat.com

''اِن دِنوں میں کثرت کے ساتھ تہلیل، تکبیر اور تحمید کیا کرو۔''④

امام بخاریؒ کا بیان ہے کہ "كان ابن عمر وأبوهريرة يخرجان إلى السوق في أيام العشر يكبِّران ويكبر الناس بتكبيرهما" (صحیح بخاری قبل حدیث ۹۶۹)

''حضرت عبداللہ بن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں بازار میں نکل جاتے اور تکبیریں بلند کرتے اور لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیریں کہنے میں مل جاتے۔''

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"وكان عمر يكبر في قبته بمنى فيسمعه أهل المسجد فيكبرون ويكبر أهل الأسوق حتى ترتجَّ منٰى تكبيرا" (صحیح بخاری قبل حدیث ۹۷۰)

''حضرت عمرؓ منیٰ میں اپنے خیمہ میں تکبیریں بلند کرتے جسے مسجد کے لوگ سنتے اور تکبیریں کہتے اور بازار والے بھی تکبیریں کہنا شروع کردیتے حتیٰ کہ منیٰ تکبیروں سے گونج اٹھتا۔''

ابن عمرؓ اِن دِنوں میں منیٰ میں تکبیریں کہتے اور ان کی تکبیریں کہنے کا یہ سلسلہ نمازوں کے بعد، بستر پر، خیمہ میں، مجلس میں اور چلتے پھرتے، سارے دِنوں میں جاری رہتا۔

مردوں کے لئے اونچی آواز میں تکبیریں کہنا مستحب ہے، جیسا کہ حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور ابوہریرہؓ سے ثابت ہے جبکہ عورتیں یہ تکبیرات پست آواز میں کہیں۔ اُمّ عطیہ فرماتی ہیں:

...حتى نخرج الحيض فيكن خلف الناس فيكبرن بتكبيرهم ويدعون بدعائهم ... (صحیح بخاری:۹۷۱)

''حتیٰ کہ ہم حیض والیوں کو بھی عیدگاہ کی طرف نکالیں اور وہ لوگوں کے پیچھے رہیں ان کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعائیں کریں۔''

ہم مسلمان ہیں اور ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم ایسی سنت جو اَب متروک ہوتی جارہی ہے کا احیا کریں، وگرنہ قریب ہے کہ یہ سنت جس پر سلف صالحین کاربند تھے، اہل خیر واصلاح کو بھی بھلا دی جائے۔

تکبیر دو طرح ہے: ① مطلق ② مقید

---

④ تہلیل: لا إله إلا الله، تکبیر: الله أكبر، تحمید: الحمد لله، صحابہ سے منقول تکبیرات الله أكبر الله أكبر لا اله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد پڑھنے سے ان تینوں پر عمل ہوجاتا ہے۔ (مترجم)

www.KitaboSunnat.com

اللجنة الدائمة للإفتاء کے ایک فتویٰ میں اس کی صراحت یوں کی گئی ہے:

يشرع في عيد الأضحى التكبير المطلق، والمقيد، فالتكبير المطلق في جميع الأوقات من أوّل دخول شهر ذي الحجة إلى آخر أيام التشريق۔ وأما التكبير المقيد فيكون في أدبار الصلوات المفروضة من صلاة الصبح يوم عرفة إلى صلاة العصر من آخر أيام التشريق، وقد دل على مشروعية ذلك الإجماع، وفعل الصحابة (فتاوى اللجنة الدائمة:۳۱۷/۱۰)

''عیدالاضحیٰ میں تکبیر مطلق اور تکبیر مقید دونوں مشروع ہیں۔ ذی الحجہ کے مہینہ کے شروع سے ایامِ تشریق کے آخر تک تکبیروں کو تکبیر مطلق کہتے ہیں جبکہ تکبیر مقید یہ ہے کہ عرفہ کے دن صبح کی نماز کے بعد سے لے کر ایامِ تشریق کے آخری دن عصر تک فرض نمازوں کے بعد تکبیرات کہی جائیں۔ اس عمل کی مشروعیت پر اجماع اور صحابہؓ کا عمل دلیل ہے۔''

اسی طرح شیخ عُثیمینؒ سے استفسار کیا گیا کہ نمازوں کے بعد مسنون اذکار، مثلاً استغفار وغیرہ سے پہلے تکبیریں پڑھی جاسکتی ہیں؟ تو اُنہوں نے جواب دیا:

إن الاستغفار واللهم أنت السلام؛ ألصق بالصلاة من التكبير فالاستغفار عقب الصلاة مباشرة لأن المصلي لا يتحقق أنه أتقن الصلاة بل لابد من خلل

''بے شک استغفر اللہ اور اللھم أنت السلام کو تکبیرات سے پہلے نماز کے ساتھ ملا دیں۔ نماز کے متصل بعد استغفار کی وجہ یہ ہے کہ نمازی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس سے نماز میں کوئی قصور واقع نہیں ہوا بلکہ نماز میں نقص پیدا ہو ہی جاتا ہے۔'' (جس کی معافی نمازی نماز کے فوراً بعد اللہ سے طلب کرلیتا ہے)

تکبیرات کے الفاظ[5]

① الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر كبيرًا (بیہقی:۳۱۶/۳)

② الله أكبر كبيرا، الله أكبر كبيرا، الله أكبر وأجل، الله أكبر ولله الحمد

(مصنف ابن ابی شیبہ:۱۶۷/۲)

---

⑤ تکبیرات کے الفاظ آپؐ سے کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں البتہ اوّل الذکر الفاظ حضرت سلمان فارسیؓ اور ثانی الذکر الفاظ ابن عباسؓ اور آخری کلمات عبداللہ بن مسعودؓ سے صحیح سند سے مروی ہیں۔ (مترجم)

www.KitaboSunnat.com

③ الله أكبر ، الله أكبر ، لا اله إلا الله والله أكبر ، الله أكبر ولله الحمد (ایضاً)

عیدالاضحیٰ کے احکام (یومِ عید کے احکام)

مسلمان بھائی! اللہ عزوجل کا شکر ادا کریں جس نے آپ کو یہ عظیم دن نصیب فرمایا اور آپ کی عمر دراز کی کہ آپ پے در پے ان دنوں اور مہینوں کو دیکھ لیں اور ان ماہ وایام میں ایسے اعمال، اقوال اور افعال کی نشاندہی فرما دی جو آپ کو اللہ کے قریب کرنے کا وسیلہ ہیں۔

عید اُمتِ محمدیہ کا خاصہ، دین کی علامت اور اسلامی شعار ہے۔ اب اس کی حفاظت اور تعظیم ہم پر لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (الحج:۳۲)

''جو اللہ کی نشانیوں کی عزت وتکریم کرے تو یہ اس کے دلی تقویٰ کی وجہ سے ہے۔''

بعض علما کے نزدیک یوم النحر سال کے تمام دنوں سے افضل ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے، آپؐ نے فرمایا:«أعظم الأيام عند الله يوم النحر ، ثم يوم القرّ»

''اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک سب دنوں سے عظیم یوم النحر ہے پھر یوم القر۔ (گیارہ ذوالحجہ کو یوم القر کہتے ہیں)'' (سنن ابوداود:۱۷۶۵)

اب عیدالاضحیٰ کے دن کے آداب واَحکام مختصراً بیان کئے جاتے ہیں:

❶ نماز کے لئے جلد آنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿فَاسْتَبِقُوْا الْخَيْرَاتِ﴾ (البقرۃ:۱۴۸)

''نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔'' اور عید کی نماز تو عظیم نیکیوں میں سے ہے۔

امام بخاریؒ باب التبكير للعيد (عید کی نماز کے لئے جلدی کرنے کا بیان) کے تحت حضرت براء بن عازبؓ کی یہ حدیث لائے ہیں:

خطبنا النبي ﷺ يوم النحر فقال: «إن أوّل ما نبدأ به في يومنا هذا أن نصلي...» (صحیح بخاری:۹۶۸) ''نحر کے دن نبی ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:''اس دن میں ہمارا سب سے پہلا کام عید کی نماز ادا کرنا ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اس سے پتہ چلتا ہے کہ عید کے دن سوائے عید کی نماز کی تیاری کے کسی کام میں مشغول ہونا مناسب نہیں اور یہ ضروری ہے کہ نمازِ عید سے پہلے اس کے علاوہ کچھ نہ کیا جائے۔ یہ امر عید گاہ کی طرف جلدی نکلنے کا تقاضا کرتا ہے۔''　(فتح الباری:۲/۴۵۷)

۲ تکبیر کہنا

تکبیر مقید☆ مشروع ہے جو کہ فرض نمازوں کے بعد کہی جاتی ہیں اور اس کا وقت یومِ عرفہ کے دن فجر کے بعد سے لے کر ایامِ تشریق کی آخری یعنی تیرہویں ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوا اللهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾ (البقرۃ:۲۰۳)

''اور اللہ کو ان چند گنتی کے دِنوں (ایامِ تشریق) میں یاد کرو۔''

۳ قربانی کے جانور کو ذبح کرنا

عید کی نماز کے بعد قربانی کے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: «من ذبح قبل أن يصلي فليعد مكانها أخرى، ومن لم يذبح فليذبح» (صحیح بخاری:۵۵۶۲)

''جس شخص نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کیا تو وہ اس کی جگہ پر عید کے بعد ایک اور جانور ذبح کرے اور جس نے نماز سے پہلے ذبح نہیں کیا وہ بعد میں ذبح کرے۔''

قربانی کا جانور ذبح کرنے کے چار دن ہیں جن میں ۱۰ ذوالحجہ اور ایام تشریق کے تین دن ہیں جس طرح کہ نبیؐ سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «كل أيام التشريق ذبح»

''ایام تشریق سب کے سب قربانی کے دن ہیں۔''[۶] (السلسلة الصحيحة:۲۴۷۶)

۴ عید کے دن نئے کپڑے، خوشبو اور غسل

مردوں کے لئے عید کے دن یہ ہے کہ وہ غسل کریں، خوشبو لگائیں اور اِسراف سے بچتے

☆ تکبیر مقید سے کیا مراد ہے، چند صفحات قبل یہ بحث گزری چکی ہے۔ مزید برآں تکبیر مقید کے سلسلے میں ایک بحث پہلے بھی محدث میں شائع ہو چکی ہے، دیکھئے ڈاکٹر ابو جابر دامانوی کا مضمون مطبوعہ محدث جنوری ۲۰۰۶ء

⑥ ذکر کردہ روایت کی صحت وضعف کے حکم کے بارے میں علما کے درمیان اختلاف ہے۔ لہٰذا علامہ البانیؒ کی تصحیح کے باوجود اس روایت کی استنادی حالت مزید تحقیق کی متقاضی ہے۔ (مترجم)

www.KitaboSunnat.com

ہوئے عمدہ لباس پہنیں، کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکائیں اور داڑھی مونڈنے جیسے حرام کام کا ارتکاب ہرگز نہ کریں۔ عورتوں کو نمائشی بناؤ سنگھار کرنے اور خوشبو لگائے بغیر عیدگاہ کی طرف نکلنا چاہئے۔ مسلمان عورتوں کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ نماز وغیرہ کے لئے نکلیں تو اللہ کی نافرمانی سے بچتے ہوئے غیر محرم مردوں کے سامنے بناؤ سنگھار کی نمائش، بے پردگی اور خوشبو لگانے سے مکمل اجتناب کریں۔

۵ عیدگاہ کی طرف پیدل جانا اور جائے نماز

عیدگاہ کی طرف ممکن ہو تو پیدل جانا چاہئے اور یہی نبی ﷺ کی سنت ہے۔ عید کی نماز کھلی جگہ پر پڑھنا آپؐ سے ثابت ہے لیکن بارش وغیرہ کی وجہ سے مسجد میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

۶ مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کرنا اور خطبہ میں شمولیت

علماے محققین کے نزدیک عید کی نماز پڑھنا واجب ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کی بھی یہی رائے ہے، فرماتے ہیں: أن صلاة العيد واجبة لقوله تعالى ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (الکوثر:۲) ''بے شک عید کی نماز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی رو سے واجب قرار پاتی ہے۔ (فتاویٰ: ۲۹۸/۵) اور یہ وجوب بغیر شرعی عذر کے ساقط نہیں ہوتا۔ حیض والیوں اور نوعمر لڑکیوں سمیت تمام عورتوں پر واجب ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ عیدگاہ میں حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں عیدگاہ میں علیحدہ رہیں۔

۷ راستہ بدلنا

نبی ﷺ کے عمل کے مطابق عیدگاہ میں آتے جاتے راستہ بدلنا سنت ہے۔ (بخاری:۹۸۶)

۸ عید کی مبارک باد دینا

عید کے دن مبارک باد کے طور پر تقبل الله منا ومنكم کے الفاظ کہے جائیں۔[۷]

---

[۷] یہ کلمات صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو عید سے لوٹتے ہوئے کہتے تھے۔ ابن ترکمانیؒ لکھتے ہیں کہ ''محمد بن زیادؒ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ جب لوٹتے تو ایک دوسرے کو تقبل الله منا ومنك کہتے۔'' امام احمد بن حنبلؒ نے اس کی سند کو 'جید' کہا ہے۔ (الجوهر النقي على ذيل سنن البيهقي:۳۱۹/۳)

www.KitaboSunnat.com

❾ کھانے پر اکٹھے ہونا

عید کے دن کھانے کی دعوت پر اکٹھے ہونا سنت سے ثابت ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: جمع الناس للطعام في العيدين وأيام التشريق سنة، وهو من شعائر الإسلام التي سنَّها رسول الله ﷺ

''عیدین اور ایامِ تشریق میں کھانے کے لئے جمع ہونا سنت ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے اختیار کردہ شعائر میں سے ہے۔'' (الفتاویٰ:۶/۱۰۷)

☜ ان مقدس ایام میں سرزد ہونے والے غیر مشروع کاموں سے اجتناب کیجئے۔ان میں سے چند ایک کا ہم اختصار سے ذکر کرتے ہیں:

① تکبیرات کو سب لوگوں کا ایک ہی آواز میں اکٹھے پڑھنا یا کسی ایک شخص کے تکبیر کہنے پر سب کا بیک زبان ہوکر تکبیرات پڑھنا۔

② اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے اس دن دل بہلانا، مثلاً گانا وغیرہ سننا، فلمیں دیکھنا، غیر محرم مرد وزن کا آپس میں اختلاط اور اس کے علاوہ دیگر منکرات کا ارتکاب۔

③ ان ایام میں بال اور ناخن کٹوانا جبکہ آپؐ نے ان دنوں میں اس عمل سے منع فرمایا ہے۔

④ بلا مصلحت اور بے فائدہ اسراف وتبذیر کرنا اور یہ اسراف وتبذیر خواہ وہ کپڑوں میں ہو یا کھانے اور پینے میں ہر حال میں حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (الانعام:۱۴۱)

''اِسراف نہ کرو بے شک وہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

⑤ عید کی شب بیداری کے مشروع ہونے کا عقیدہ رکھنا اور اس کی فضیلت میں غیر مستند روایات نقل کرنا۔

⑥ زیارتِ قبور اور مردوں کو سلام بھیجنے وغیرہ کے لئے عید کے دن کو شرعاً مخصوص سمجھنا۔

⑦ عید کے دن روزہ رکھنا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر کے دن اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری:۱۹۹۱)

☜ ان ایام میں ہر مسلمان کو خاص طور پر نیکی اور خیر کے کاموں کی کوشش کرنا چاہیے اور

www.KitaboSunnat.com

وہ نیک اعمال: صلہ رحمی کرنا، عزیز و اقارب سے میل جول رکھنا، بغض، حسد اور ناگواری سے اپنے دل کو پاک رکھنا، مسکینوں، یتیموں اور فقراء پر مہربانی کرنا اور ان کے ساتھ تعاون کرکے اُنہیں آسودگی پہنچانا وغیرہ ہے۔

قربانی سے متعلقہ بعض مشروع احکام

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (الکوثر:۲) ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ (الحج:۳۲) کے ساتھ قربانی کرنے کو مشروع قرار دیا ہے اور یہ سنتِ مؤکدہ ہے، باوجود استطاعت کے قربانی نہ کرنے کو ناپسند کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ أن رسول الله ﷺ ضحى بكبشين أملحين أقرنين ذبحهما بيده وسمى وكبر (صحیح بخاری:۱۴۹۴) ''نبیؐ نے دو سینگوں والے چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی اور اُنہیں اپنے ہاتھ سے بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھتے ہوئے ذبح کیا۔''

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: «ما عمل آدمي من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم، إنها لتأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها وإن الدم ليقع من الله بمكان قبل أن يقع من الأرض، فطيبوا بها نفسا»

''نحر کے دن آدمی کا کوئی عمل ایسا نہیں جو اللہ کے ہاں اتنا پسندیدہ ہو جتنا کہ اس دن خون بہانا اور یہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، کھروں اور بالوں کے ساتھ آئے گا۔ اور خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی یہ عمل اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے، پس اپنے دلوں کو قربانی کرنے پر راضی کرو۔'' (جامع ترمذی:۱۴۹۳ 'ضعیف')

رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔

❁ شیخ محمد بن صالح عُثیمین سے سوال کیا گیا کہ کیا محتاج قرض لے کر قربانی کرسکتا ہے؟

آپؒ نے جواب دیا: ''اگر تو اسے یقین ہے کہ وہ قرض ادا کرسکتا ہے تو قرض لے کر قربانی کرلے اور اگر وہ جانتا ہے کہ اس کے لئے قرض لوٹانا مشکل ہوجائے گا تو قربانی کے لئے اس کا قرض اُٹھانا مناسب نہیں۔''

قربانی صرف اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کی ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

﴿لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ (الحج:۳۴)

''تاکہ (ہر اُمت کے) لوگ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو بخشے ہیں۔''

قربانی کے جانوروں میں سے اونٹ کو ذبح کرنا افضل ہے، پھر گائے، پھر بھیڑ اور بکری۔

قربانی کا جانور کیسا ہو؟

قربانی کی شرائط میں سے ہے کہ جانور ظاہری عیوب سے پاک ہو۔ رسول ﷺ نے فرمایا:

«أربع لا تجوز في الأضاحي» فقال: «العوراء بين عورها، والمريضة بين مرضها، والعرجاء بين ضلعها، والكسير التي لا تنقى» (ابوداود:۲۸۰۲)

''قربانی میں چار عیبوں والا جانور ذبح نہیں کیا جا سکتا: ① کانا: جس کا کانا پن ظاہر ہو۔ ② بیمار: جس کی بیماری واضح ہو۔ ③ لنگڑا: جس کا لنگڑا پن واضح ہو۔ ④ ایسا لاغر کہ اس کی ہڈیوں میں گودا تک نہ ہو۔''

قربانی کے ذبح کا وقت عید کی نماز کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

«من ذبح قبل الصلاة فإنما يذبح لنفسه، ومن ذبح بعد الصلاة فقد تم نسكه وأصاب سنة المسلمين» (صحیح بخاری:۵۵۴۶)

''جس نے عید کی نماز سے پہلے قربانی ذبح کر لی وہ صرف ذبیحہ ہے اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا، اس کی قربانی ادا ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کو پا لیا۔''

ذبح کرنے والے کے لئے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ دائیں ہاتھ سے ذبح کرے اور ذبح کرتے وقت بسم الله والله أكبر کہے اور ساتھ یہ بھی کہے کہ اللهم هذا عني اگر کسی کی طرف سے ذبح کر رہا ہے تو اس کا نام لے۔

آپ ﷺ کے متعلق وارد ہے کہ آپؐ نے ایک مینڈھا ذبح کیا اور اس کو ذبح کرتے ہوئے کہا: «بسم الله والله أكبر، اللهم هذا عني وعن من لم يضح من أمتي» (ابوداود:۱۵۲۱) ''اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت میں سے جس نے نہیں کی، اس کی طرف سے ہے۔''

قربانی دینے والے کے لئے یہ بھی سنت ہے کہ وہ قربانی کا گوشت خود کھائے، عزیز

www.KitaboSunnat.com

واقارب اور ہمسایوں کو ہدیہ کرے اور فقراء کو صدقہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوْا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ﴾ (الحج:۲۸)

''پس تم خود بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔''

اور فرمایا: ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوْا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ (الحج:۳۶)

''خود بھی کھاؤ اور قانع مسکین (یعنی صبر شکر کرنے والے) اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔''

اسلاف میں سے بعض پسند کرتے تھے کہ گوشت کے تین حصے کئے جائیں⑧ ایک حصہ اپنے لئے، ایک اقربا کو ہدیہ کے لئے اور ایک حصہ فقرا کے لئے مختص کیا جائے۔ وہ قصاب کو اس گوشت میں سے اُجرت کے طور پر کچھ بھی نہ دیتے تھے۔

❁ اگر آپ قربانی دینا چاہتے ہیں تو آپ پر ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہوتے ہی قربانی ذبح کرنے تک ناخن اور بال وغیرہ کٹوانا حرام ہوجاتا ہے۔ اُمّ سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إذا [دخلت العشر] وأراد أحدكم أن يضحي فليمسك عن شعره وأظفاره» (صحیح مسلم:۱۹۷۷) ''جب کسی کا قربانی کا ارادہ ہو تو وہ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہوتے ہی اپنے بال اور ناخن کٹوانے سے پرہیز کرے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ ''قربانی ذبح کرنے تک اپنے بال اور جلد میں سے کسی چیز کو نہ چھیڑے۔'' (ایضاً)

اگر آپ نے اس عشرہ کے دوران قربانی کی نیت کرلی ہے تو جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا، اب سے بال وغیرہ کاٹنے سے رُک جائیں اور یہ حکم صرف قربانی کرنے والے کے لئے ہے۔ ہاں اگر اس کے گھر کے دوسرے افراد اِن دِنوں میں بال وغیرہ کٹوالیں تو کوئی حرج نہیں☆

---

⑧ حصوں کے تعین کے بارے میں کوئی صریح نص موجود نہیں، لہٰذا اسے وجوب پر محمول نہ کیا جائے بلکہ پسندیدہ عمل ہی سمجھا جائے جس طرح کہ مصنف نے لکھا ہے۔

☆ مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن بازؒ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ فتویٰ دیا کہ ''وہ لوگ جن کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے، مثلاً قربانی کرنے والے کے بیوی بچے۔ جب گھر کا سربراہ اپنے اور اپنے افرادِ خانہ کی طرف سے قربانی کررہا ہے، تو ان افراد کے لئے اپنے بال یا ناخن ترشوانا وغیرہ حرام نہیں ہے کیونکہ وہ خود قربانی کرنے والے نہیں ہیں۔ قربانی کرنے والا صرف وہی ہے جس نے اپنے مال سے قربانی کی قیمت ادا کی ہے۔ اور یہی رائے زیادہ راجح ہے۔'' (فتاویٰ اسلامیہ:۲/۳۱۷) (مترجم)

www.KitaboSunnat.com

اور اگر کوئی قربانی کرنے والا اس فعل کا ارتکاب کر بیٹھے تو اسے چاہئے کہ اللہ سے توبہ کرے اور دوبارہ یہ گناہ نہ کرے۔ اس گناہ کا کفارہ وغیرہ کچھ نہیں ہے اور نہ ہی یہ فعل اس کی قربانی میں اثر انداز ہوتا ہے۔ اور اس نے اپنے بال وغیرہ بھول کر یا کم علمی کی وجہ سے کاٹ لئے یا خود ہی گر گئے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ ایسی حالت کہ جس میں یہ چیزیں کاٹنا ضروری ہو جائیں کاٹی جاسکتی ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں، مثلاً ناخن جلد کو تکلیف دے رہا ہے تو کاٹا جاسکتا ہے۔ اسی طرح وہ بال جو آنکھوں میں گرتے ہیں اور آنکھیں دکھتی ہیں یا پھر زخموں کا علاج کرنے کے لئے چیزوں کو کاٹنا پڑتا ہے۔

جہاں تک قربانی استطاعت نہ رکھنے والے مسلمانوں کا تعلق ہے تو علما کرام کا یہ موقف ہے کہ وہ اگر قربانی کے ثواب میں شریک ہونا چاہتے ہیں تو وہ بھی اپنے بال یا ناخن وغیرہ کاٹنے سے گریز کریں۔ اس مسئلہ کی بنیاد نبی کریم ﷺ کا حسبِ ذیل فرمان ہے:

''ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میرے پاس محض دودھ کے لئے ایک بکری ہے، کیا میں اس کو بھی قربان کردوں؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''نہیں لیکن تو عید کے روز اپنے ناخن اور بال کاٹ لے، اس سے تجھے بھی قربانی کا ثواب مل جائے گا'' (سنن ابوداود: ۲۷۸۹ 'حسن')

مسلمانو! اس عظیم کام کے لئے آگے بڑھئے اور ان محروم لوگوں کی طرح نہ ہو جایئے کہ سارا سال مالِ کثیر خرچ کرتے ہیں اور جانور بھی ذبح کرتے ہیں لیکن جب عید کا وقت آتا ہے تو قربانی خریدنے میں سستی اور لاپرواہی برت جاتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں یہ دن ہر سال دیکھنا نصیب فرما اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں شامل فرما لے۔ ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مسلمانوں کی بخشش فرما۔ آمین!

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

اطلاع: ماہنامہ 'محدث' کے گذشتہ سالوں کے شماروں کی خوبصورت جلد بندی کروالی گئی ہے بالخصوص آخری ۶ سالوں کے تمام شمارہ جات دستیاب ہیں۔ ہر جلد کی قیمت ۲۵۰ روپے ہے جس میں سال بھر کے تمام شمارے موجود ہیں۔ منگوانے کے لئے جلد رابطہ کریں!

www.KitaboSunnat.com

عبادت ومناجات

عبدالرحمٰن عزیز الٰہ آبادی☆

تحقیق احادیث: کامران طاہر

الصلوة مفتاح الجنة

نماز دین کا ستون①، جنت کی کنجی②، مؤمن کی معراج③، آنکھوں کی ٹھنڈک④، قلبی سکون⑤ اور جسمانی شفا⑥ ہے۔اس کے ذریعے انسان جملہ مصائب وآلام، غموم وہموم، اور ہمہ قسم کے حزن و ملال سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ ربّ ذوالجلال نے ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾⑦ کا ارشاد فرما کر اس حقیقت کو آشکارا کردیا اور ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾⑧ کا اہم اعلان فرما کر مشتاق دل میں وہ روح پھونک دی جو اس کو ہمیشہ عبودیت اور فدائیت کا احساس دلا کر اس ذاتِ صمدی کی بارگاہِ عالیہ میں جبینِ نیاز جھکانے پر مجبور کرتی ہے تاکہ بندہ اللہ کریم کے عفو ورحمت کے کشادہ دامن

☆ ادارہ امر بالمعروف، حسین خان والہ، پتوکی، قصور

① احیاء العلوم: ۸۷/۱ (ضعیف الجامع الصغیر: ۲۰۵/۴)

② مسند احمد: ۱۴۱۳۵ (ضعیف الجامع الصغیر: ۵۲۶۵)

③ الصلوٰۃ معراج المؤمن، مکتوباتِ مجددی مکتوب نمبر ۲۶۱ (لا أصل له)

④ امام کائنات ﷺ فرماتے ہیں: «جعلت قرة عيني في الصلوٰة» (نسائی: ۳۸۷۹)

⑤ يا بلال! أقم الصلوٰة . أرحنا بها (ابوداود: ۴۳۳۳)

⑥ فإن في الصلوٰة شفاء (ابن ماجہ: ۳۴۴۹، سلسلہ ضعیفہ: ۴۰۶۶)

⑦ (البقرہ: ۴۵) اس آیت میں بنی اسرائیل کو حکم ہے، اُمتِ محمدیہؐ کے ایمانداروں کو خطاب فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ﴾ (البقرہ: ۱۵۳) ''اے ایمان والو، صبر سے اور نماز سے قوت حاصل کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

(کشف الرحمٰن: ۳۶/۱)

⑧ البقرۃ: ۲۳۸ ''سب نمازوں کی محافظت کرو خاص کر درمیان والی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے روبرو باادب کھڑے ہوا کرو۔'' (کشف الرحمٰن: ص ۶۰/۱)

www.KitaboSunnat.com

میں اپنے صغائر وکبائر کی گٹھڑی ڈال کر اس غفور رحیم سے عفو وکرم کی درخواست کر کے قیامت کی ہولناکیوں اور اس کے مہیب مناظر سے مامون ہو سکے [9] کیونکہ قیامت کے دن سب سے پہلے باز پرس نماز کی ہوگی۔ اگر نماز اُسوۂ رسول ﷺ کے مطابق صحیح ہوگی تو باقی اعمال بھی صحیح ہوں گے۔ بصورتِ دیگر تمام اعمال کالعدم قرار دیے جائیں گے۔ فرمانِ نبوی ﷺ «أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلوة فإن صلحت صلح سائر عمله وإن فسدت فسد سائر عمله» [10] سے بھی یہی چیز مترشح ہوتی ہے۔

امامِ اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اسلام اور دیگر مذاہب کے مابین نماز کو حد فاصل [11] قرار دے کر نماز کی اہمیت کو واضح فرما دیا کیونکہ دنیا وعقبیٰ کی کامیابی اور کامرانی کا سرچشمہ نماز ہی ہے۔ ارشادِ الٰہی ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ [12] میں بھی یہی بتلایا گیا ہے۔

خشوع وخضوع اور اُسوۂ رسول ﷺ کے مطابق ادا شدہ نماز سے دل میں نور وغنا پیدا ہوتا ہے اور ربّ کائنات کے جاہ وجلال اور اس کی عظمت وکبریائی کی دل میں تخم ریزی ہوتی ہے جو انسان کو صداقت وشرافت، صبر وقناعت، تسلیم ورضا، حلم وبردباری، تواضع وانکساری، عدل وانصاف، وفاشعاری اور احسان مندی جیسے مکارمِ اخلاق سے آراستہ وپیراستہ کرتی ہے۔ پھر انسان ﴿رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَآءِ

---

⑨ البقرۃ: ۲۷۷ ''البتہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ ادا کی تو ان کے ربّ کے پاس ان کا ثواب محفوظ ہے۔ نہ ان کو کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (کشف الرحمٰن: ص ۱/۷۳)

⑩ المعجم الأوسط للطبرانی: ۳۸۹/۴

⑪ العهد الذي بيننا وبينهم الصلوٰة فمن تركها فقد كفر (ترمذی: ۲۵۴۵) ''رسول ﷺ نے فرمایا: وہ عہد جو ہمارے اور منافقین کے درمیان ہے، وہ نماز ہے۔ جس نے نماز کو ترک کیا وہ کافر ہوگیا۔''

⑫ المومنون: ۱، ۲، ''یقیناً وہ ایمان والے کامیاب ہوگئے جو اپنی نماز میں اظہارِ عجز ونیاز کرنے والے ہیں۔'' (کشف الرحمٰن: ۵۴۵/۲)

www.KitaboSunnat.com

الزَّكٰوةِ .....الآية﴾[13] کے تحت دنیا و مافیہا سے مستغنی ہوکر کامل یکسوئی کے ساتھ متوجہ اِلی اللہ ہوتا ہے اور «أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك»[14] کا مصداق بنتا ہے کیونکہ وہ جملہ اُمور میں اپنا مقصودِ اصلی خالق کائنات کی رضا مندی اور خوشنودی کو گردانتا ہے۔ پھر ان صفات کا حامل نمازی کذب بیانی، ہرزہ سرائی، یاوہ گوئی، غیبت چغلی، خیانت، بدعہدی، تکبر وحسد، ظلم و زیادتی وغیرہ اخلاقِ رذیلہ سے کنارہ کش ہوجاتا ہے کیونکہ ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾[15]

پھر جس طرح اس کا دل عبودیت وفدائیت کا مظہر ہوتا ہے، بعینہٖ اس کے جملہ اعضا بھی مکروہات ومنہیات سے کنارہ کش ہوکر مصروفِ عبادت ہوجاتے ہیں جس سے اس کے دل میں سوز وگداز پیدا ہوتا ہے۔ چہرہ منور اور اس کی روح اَفلاکی بلندیوں پر فائز ہوتی ہے، ایسے انسان کے حرکات وسکنات، جلوس وقعود، اور سمع وبصر مشیتِ الٰہی کے مطابق ہوتے ہیں۔[16] بایں ہمہ اگر وہ خطا کا مرتکب ہوبھی جائے تو ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ کا پرمسرت اعلان[17] اس رنجیدہ خاطر کے لئے تسکینِ قلبی کا سامان پیدا کرتا ہے، اگر اصلاحِ عمل کے بعد بھی حسرت واَرمان باقی رہے تو ربّ ذوالجلال والاکرام اس حسرت خوردہ انسان کو ﴿فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾[18] کا مژدہ

---

[13] النور:۳۷ ''ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے، نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ پلٹ ہوجائیں گی۔'' (کشف الرحمٰن)

[14] ''تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے، اگر تو اُسے نہیں دیکھ سکتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔'' (صحیح بخاری:۵۰)

[15] العنکبوت:۴۵ ''بے شک نماز بے حیائی اور نامعقول باتوں سے باز رکھتی ہے۔'' (کشف الرحمٰن:۲/۶۴۱)

[16] حدیث قدسی عن ابی ہریرۃؓ، صحیح بخاری ''بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔''

[17] سورہ ہود:۱۱۴

[18] الفرقان:۷۰ ''اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عطا فرمائے گا اور وہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

سناتے ہیں۔ پھر جب ایسے فرشتہ خصلت انسان کو کوئی موذی کبیدہ خاطر کرتا ہے یا اس پر لب کشائی کرتا ہے تو اس جبار وقہار کی طرف سے اعلان ہوتا ہے: «من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب» [19] ''جس نے میرے اس دوست سے دشمنی مول لی، میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔''

اس تعظیم وتکریم کے پیش نظر امامِ کائنات حضرت محمد کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے حکماً فرمایا کہ ''اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوجائیں اور جب وہ دس برس کے ہوجائیں تو نماز چھوڑنے پر اُنہیں زدوکوب کرو، اور خواب گاہ میں ان کے بستر الگ الگ کردو۔'' [20] تاکہ نماز کے اثرات ابتدا ہی سے بچے کی شخصیت پر مرتب ہوں اور وہ منکرات سے کنارہ کش ہوکر حسنات کا طالب ہو اور اس کے نفسِ اَمارہ کو خرابیوں کی حدود تک پہنچنے کا موقعہ ہی نہ ملے اور نماز اسے غلط کاریوں کے اندھیروں سے بھلائی کے اُجالوں کی طرف رہنمائی کرے۔ یہ تربیت نہ صرف اُسے بلوغت وشباب کی بہیمیت وسبعیت (درندگی) کے اثرات سے محفوظ رکھے گی بلکہ وہ جنونِ شباب کے ایام میں بھی عبادتِ الٰہی پر دوام ومواظبت کرکے روزِ محشر عرشِ الٰہی کے سایہ تلے جگہ بھی حاصل کرسکے گا۔ [21]

نماز میں ایسی تاثیر ودیعت کی گئی ہے کہ نمازی بے حیائی اور برائی کے قریب تک بھی نہیں جاتا ہے اور جو شخص نمازی ہوکر بھی خیرات وحسنات سے پہلوتہی کرکے سیئات کے جال میں پھنس چکا ہو، اس کی نماز عدمِ قبولیت کے زمرہ میں ہے۔ ایسا شخص ربّ ذوالجلال کے قرب ودیدار سے شرف یاب نہیں ہوسکتا بلکہ وہ اس مالکِ حقیقی سے دور ہی ہوتا چلا جائے گا۔ [22] کیونکہ اس نے نماز کو کماحقہ ادا ہی نہیں کیا، نمازی ہونے کے باوجود اسے قرب کی بجائے بعد نصیب ہوا اور اگر وہ ربّ کائنات کی طرف عاجزی وانکساری اور خشوع وخضوع کے ساتھ متوجہ ہوتا تو اس

---

[19] صحیح بخاری:۶۵۰۲

[20] «مروا أولادكم بالصلوٰة وهم أبناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين وفرّقوا بينهم في المضاجع» (ابوداود:۴۹۵)

[21] «شاب نشأ في عبادة الله» (صحیح بخاری:۱۴۲۳)

[22] «من لم تنهه صلوته عن الفحشآ والمنكر لم يزدد من الله إلا بعدا» (طبرانی:۲۶۸/۹)

www.KitaboSunnat.com

رؤوف ورحیم کی رحمت اسے اپنی آغوش میں ضرور لے لیتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

تم کو شکوہ ہے کہ ہمارا مدعا ملتا نہیں دینے والے کو گلہ ہے کہ گدا ملتا نہیں
بے نیازی بندے کی دیکھ کر کہتا ہے کریم دینے والا دے کسے، کوئی دستِ دعا ملتا نہیں

یہی وجہ ہے کہ اُسوۂ رسول ﷺ کے ماسوا، خشوع وخضوع اور حضورِ قلب کے بغیر ادا کی جانے والی نماز قطعاً قربِ الٰہی کا زینہ نہیں بن سکتی بلکہ ایسی نماز نمازی کے منہ پر ماری جائے گی، جیسا کہ طبرانی کی اس حدیث سے ظاہر ہے:

من صلاها بغير وقتها ولم يسبغ وضوء ها ولم يتم لها خشوعها ولا ركوعها ولا سجودها خرجت وهي سوداء مظلمة تقول: ضيعك الله كما ضيعتني حتى إذا كانت حيث شاء الله لُفَّت كما يلف الثوب الخلق ثم ضرب بها وجهه (المعجم الأوسط للطبراني:۱۸۳/۷)

یعنی ''جس شخص نے نماز کو بے وقت پڑھا، وضو ٹھیک طرح سے نہ کیا اور دل بھی حاضر نہ رکھا، رکوع وسجود بھی خوب تسلی سے ادا نہ کئے تو ایسی نماز جب رخصت ہوتی ہے تو وہ نورانیت سے خالی سیاہ بھجنگ ہوتی ہے اور نمازی سے کہتی ہے: اللہ تجھے برباد کرے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا یہاں تک کہ جب تھوڑی سی اونچی ہوتی ہے جس قدر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔''

کیونکہ ایسی نماز میں چوری کا پہلو نمایاں ہے جس سے متعلق امامِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ وہ نماز میں کیسے چوری کرتا ہے؟ فرمایا: اس کی چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود پورے اطمینان سے نہیں کرتا۔[۳۳]

اسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رحمتِ کائنات ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کی نماز اسوقت تک قبول ہی نہیں ہوتی جب تک کہ وہ رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو سیدھا نہ کرے۔''[۳۴]

---

[۳۳] «أسوأ الناس سرقة الذي يسرق من صلوته، قالوا: يارسول الله! وكيف يسرق من صلوٰته قال: لا يتم ركوعها ولا سجودها» عن أبي قتادة (مسند احمد:۲۲۱۳۶)

[۳۴] «لاتجزي صلوٰة الرجل حتى يقيم ظهره في الركوع والسجود» (ابوداود:۸۵۵)

www.KitaboSunnat.com

اس طرح صحیح بخاری میں حضرت حذیفہؓ کا واقعہ مذکور ہے کہ اُنہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں رکوع و سجود اطمینان سے نہیں کرتا تھا۔ جب وہ نماز مکمل کر چکا تو حضرت حذیفہؓ نے اُس کو بلا کر فرمایا: تیری نماز نہیں ہوئی اور کہا کہ لو مُتَّ مُتَّ علی غیر الفطرة التي فطر الله محمدا ﷺ علیها[۴۵] ''اگر تو اس حال میں مرجاتا تو اس طریقہ اسلام کے خلاف مرتا جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کیا۔''

یہ نماز کی عدمِ قبولیت کا واضح اور غیر مبہم اعلان ہے جو ارکانِ نماز کو بہ عجلت (جلدی جلدی) ادا کرنے کی صورت میں ہے جبکہ اس ہیئت پر نماز ادا کرنے والوں کی کمی نہیں۔ عوام بے چارے تو ائمہ مساجد کے مرہونِ منت ہوتے ہیں اور اکثر ائمہ مساجد کا بھی یہی حال ہے۔ قیام بہ تساہل، رکوع سجود غیر تمام، قومہ جلسہ برائے نام، معمولی تشہد اور سلام۔ بسا اوقات کمزور مقتدی اپنے 'تگڑے' امام کی موافقت کرنے سے بھی عاجز آجاتے ہیں ممکن ہے کہ علامہ اقبال مرحوم نے ایسا ہی دل خراش منظر دیکھ کر کہا ہو:

تیری نماز بے سرور، تیرا امام بے حضور
ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر

پھر اگر لفظ اقامتِ صلوۃ پر بھی غور کیا جائے تو اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تعدیلِ ارکان، حضورِ قلب، خشوع وخضوع، عجز و نیاز، اور دوام ومواظبت سے بروقت نماز ادا کرنے کا نام اقامتِ صلوٰۃ ہے۔ چنانچہ امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں:

> ''قرآنِ مجید میں جہاں کہیں بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، وہاں لفظ 'اقامت' استعمال کیا گیا ہے جس میں یہ تنبیہ موجود ہے کہ نماز سے مقصود اس کی ظاہری ہیئت ملحوظ رکھنا نہیں بلکہ اسے جملہ شرائط کے ساتھ ادا کرنا ہے۔''[۴۶]

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ اقامتِ صلوٰۃ کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں کہ ''فرائض نماز بجا لانا، رکوع، سجدہ، تلاوت، خشوع اور توجہ کو قائم رکھنا 'اقامتِ صلوٰۃ' ہے۔''

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ وقتوں کا خیال رکھنا، وضو اچھی طرح کرنا، رکوع سجدہ پوری

[۴۵] صحیح بخاری: ۷۹۱
[۴۶] مفردات القرآن: ۲/۷۷

www.KitaboSunnat.com

طرح کرنا 'اقامتِ صلوٰۃ' ہے۔

حضرت مقاتلؒ فرماتے ہیں کہ وقت کی نگہبانی کرنا، مکمل طہارت کرنا، رکوع سجدہ پورا کرنا، تلاوت اچھی طرح کرنا، تشہد اور درود پڑھنا اقامتِ صلوٰۃ ہے۔ (۲۷)

اقامتِ صلوٰۃ کے مفہوم اور اُسوۂ رسول ﷺ کے مطابق ادا شدہ نماز، نمازی کے لئے دعا کرتی ہے کہ جس طرح تو نے مجھے کامل طہارت، حضورِ قلب، نہایت خشوع وخضوع، اِتمامِ قیام، رکوع وسجود کے ساتھ بروقت ادا کیا اور میری حفاظت کی، اللہ کریم تیری بھی حفاظت فرمائے! فرمانِ نبی ﷺ ہے:

''جس نے نمازیں بروقت ادا کیں، وضو ٹھیک طرح سے کیا۔ قیام، رکوع وسجود پورے اطمینان سے کئے، خشوع اور توجہ کو پیش نظر رکھا تو ایسی نماز تابناک اور روشن صورت میں ظاہر ہوکر کہتی ہے: اللہ کریم تیری بھی اسی طرح حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی۔'' (۲۸)

اس طرح نماز ادا کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں جس طرح دن میں پانچ مرتبہ غسل کرنے سے بدن میل کچیل سے پاک ہوجاتا ہے۔ امام کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک موقعہ پر اپنے اصحابؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر آپ میں سے کسی کے گھر کے دروازے کے سامنے ایک نہر جاری ہو، وہ اس میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے بدن پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ 'نہیں' اس کے بدن پر کوئی میل کچیل باقی نہیں رہے گی۔ تو آپؐ نے فرمایا: یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان پانچ نمازوں سے خطاؤں کو مٹا دیتے ہیں۔'' (۲۹)

---

(۲۷) تفسیر ابن کثیر، البقرۃ:۳

(۲۸) «من صلى الصلاة لوقتها وأسبغ لها وضوء ها وأتم لها قيامها وخشوعها وركوعها و سجودها خرجت وهي بيضآء مسفرة تقول: حفظك الله كما حفظتني» (المعجم الأوسط للطبرانی:۱۸۳/۷) (ضعیف الترغیب:۵۶/۱)

(۲۹) «أرأيتم لو أن نهرا ببابِ أحدكم يغتسل فيه كلَّ يوم خمسًا ما تقول ذلك هل يبقى من درنهٖ قالوا: لا يبقى من درنهٖ شيئا قال فذلك مثل الصلوات الخمس يمحو الله به الخطايا» (صحیح بخاری:۵۲۸)

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے موسم خزاں میں ایک درخت کی دو شاخیں پکڑیں تو پتے تیزی سے گرنے لگے تو آپؐ نے فرمایا:

''اے ابوذرؓ! میں نے کہا: لبیک یارسول اللہ ﷺ! تو آپؐ نے فرمایا: «إن العبد المسلم ليصلِّ الصلوٰة يريد بها وجه الله فتهافت عنه ذنوبه كما يتهافت هذا الورق عن هذه الشجرة»[30] ''بلا شبہ ایک مسلم بندہ جب رضاے الٰہی کی خاطر نماز ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ یوں جھڑ جاتے ہیں جس طرح یہ پتے اس درخت سے گر رہے ہیں۔''

بلکہ ایک مقام پر فرمایا: کہ پابندی سے پڑھی جانے والی نماز قیامت کے دن نور کا سبب ہوگی: «من حافظ عليها كانت له نورًا وبرهانًا ونجاة يوم القيامة»[31]

''جس نے نماز پر محافظت کی یہ نماز قیامت کے دن نور، برہان اور نجات کا باعث ہوگی۔''

قرآنِ مجید میں ہے کہ ''مسلمان نماز کی وجہ سے روزِ محشر، قیامت کی ہولنا کیوں اور ہمہ قسم کے خطرات سے محفوظ رہے گا۔''[32]

اس کے برعکس جو شخص اقامتِ صلوٰۃ کے مفہوم اور اُسوۂ رسول ﷺ کے خلاف نماز ادا کرتا ہے، اصل وقت کی بجائے بے وقت اور اطمینان کی بجائے جلدی نماز ادا کرتا ہے تو ایسی نماز بارگاہِ ایزدی میں مقبول نہیں۔ ایسی نماز کو نقرة الغراب (کوے کی ٹھونگوں) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''یہ منافق کی نماز ہے، بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب سورج زرد ہوکر شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوجاتا ہے تو (نماز کے لئے) کھڑا ہوتا ہے اور چار ٹھونگیں لگا کر فارغ ہوجاتا ہے۔ وہ نماز میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت ہی تھوڑا کرتا ہے۔''[33]

مگر افسوس کہ آج کل اکثر لوگوں کی نماز عصر کا وقت (دیدہ دانستہ) یہی ہے۔ امام کائنات ﷺ نے نماز کی حفاظت نہ کرنے والوں کو سخت وعید سنائی کہ جو شخص نماز پر محافظت

---

[30] مسند احمد: ۲۱۰۴۶ [31] مسند احمد: ۶۵۴۰

[32] البقرة: ۲۷۷

[33] «تلك صلوٰة المنافق يجلس يرقب الشمس حتى إذا كانت بين قرني الشيطان قام فنَقرها أربعا لا يذكر الله فيها إلا قليلا» (صحیح مسلم: ۶۲۲)

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتا (یعنی ہمیشگی اختیار نہیں کرتا) تو اس کی نماز اس کے لئے قیامت کے دن روشنی، دلیل اور نجات کا باعث نہ ہوگی اور قیامت کے دن وہ قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔''[۳۳] أعاذنا الله

قرآنِ کریم نے مذکورہ اشخاص کے لئے ظالم، مفسد، متکبر، فاسق اور کافر کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ایسے لوگوں کی معیت میں نجات اور نورانیت کہاں؟ جبکہ مالکِ حقیقی کے دربار میں جبینِ نیاز خم کرنے والوں کے ظاہر و باطن میں نورانیت ہوتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''میری اُمت کو قیامت کے دن بلایا جائے گا تو ان کے چہرے، ہاتھ، پاؤں وضو کے نشانات کی وجہ سے چمکتے ہوں گے۔''[۳۵]

مگر برا ہو بدعات کا کہ اس کے رسیا لوگ مذکورہ شناخت کے باوجود بھی حوضِ کوثر پر جانے سے روک دیے جائیں گے۔ ان کے اور رحمۃ للعالمین ﷺ کے درمیان ایک دیوار حائل ہوجائے گی اور یہ لوگ خود امامِ رحمت ﷺ کی زبانِ مبارک سے، آپؐ کی تمام تر شانِ رحمت کے باوجود «سُحقا سُحقا لمن غَيَّر بعدي»[۳۶] کی صدا سنیں گے۔

حالانکہ اُسوۂ رسول ﷺ کے مطابق جب مؤمن وضو کرتا ہے تو وضو کے اعضا دھوتے وقت ہر ہر عضو سے گناہ جھڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔[۳۷] پھر جب وہ تکمیل وضو کے بعد آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر[۳۸] «اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ»[۳۹] اور «أَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلـٰهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَشَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ» پڑھتا ہے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں پھر وہ جس دروازے سے بھی چاہے جنت میں داخل

---

[۳۳] «من لم يحافظ عليها لم يكن له نور ولا برهان ولا نجاة، وكان يوم القيامة مع قارون وفرعون و هامان وأبي بن خلف» (مسند احمد: ۶۵۴۰)

[۳۵] صحیح بخاری: ۱۳۶ [۳۶] صحیح بخاری: ۶۵۸۵

[۳۷] صحیح مسلم: ۲۴۴

[۳۸] ثم طرفه إلى السمآء (تلخيص الحبير: ۱/۱۸۷)

[۳۹] جامع ترمذی: ۵۵، قال الشيخ زبير علي زئي: هذا حديث ضعيف من أجل الانقطاع

www.KitaboSunnat.com

ہوجائے۔[40]

علامہ منذریؒ نے الترغیب و الترھیب میں یہ دعا بھی نقل کی ہے: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلٰـهَ إِلاَّ أَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ»[41]

تکمیلِ وضو کے بعد جب مؤمن دربارِ الٰہی (مسجد) میں پہنچ کر قیام کے لئے اللہ اکبر کہتا ہوا اپنے کندھوں تک ہاتھ اُٹھاتا ہے تو یہ گویا اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ اس نے ہمہ تن اپنے آپ کو اللہ ربّ العزت کے سپرد کردیا ہے۔ وہ اپنے رب کے سامنے ہاتھ باندھ کر اللہ تعالیٰ کی پاکی وحمد، اس کے مبارک نام، اس کی اعلیٰ وارفع شان کے تذکرہ کے بعد اس کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے۔[42] پھر شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کے بعد اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے سورہ فاتحہ کا آغاز کرتا ہے۔ اللہ ربّ العالمین کی حمد وستائش، اس کی شانِ رحیمی کے بعد اس کی کبریائی بیان کرتا ہے اور اس کی خالص عبادت اور اسی سے استعانت کا اقرار کرتا ہے تو اسے اس حال میں دیکھ کر اللہ کریم فرماتے ہیں:

''یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے، میرے بندے کیلئے ہے جو اس نے سوال کیا۔''[43]

تب یہ بے چین انسان صراطِ مستقیم کی رہنمائی کی التجا کرتا ہوا انعام یافتہ لوگوں کے راستہ کا طلب گار ہوتا ہے۔ مغضوب علیھم اور ضآلین کی راہ سے بچنے کی التجا کرتا ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے کے لئے خاص ہے اور میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے سوال کیا۔[44] پھر یہ انسان آمین[45] کہہ کر اس التجا کی قبولیت کا خواہشمند ہوتا ہے پھر اللہ رحمٰن رحیم سے سورۂ اخلاص پڑھ کر توحید کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے اور جملہ معبودانِ باطل کی نفی کرکے اس ذاتِ صمدی کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں، پھر اس

---

[40] ایضاً، صحیح سنن الترمذی:۱/۵۵

[41] المعجم الکبیر للطبرانی:۲/۱۸۵

[42] سبحانك اللهم سے لیکر ولا إله غيرك تك پھر تعوذ اور بسملہ، اس کے بعد سورہ فاتحہ (ابوداود:۶۵۸)

[43] هذا بيني وبين عبدي ولعبدي ماسَأل (صحیح مسلم:۳۹۵)

[44] هذا لعبدي ولعبدي ماسأل (ایضاً)

[45] إذا أمَّن القاري فأمِّنوا ..... الحديث (صحیح بخاری:۶۴۰۲)

www.KitaboSunnat.com

ذاتِ کبریائی کی بڑائی بیان کرتااوراپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں [46] تک اُٹھاتا ہوا (رفع الیدین کرتا ہوا) جھک جاتا ہے اور بحالتِ رکوع خود کو انتہائی کمزور سمجھتے ہوئے اپنے مالک حقیقی کی عظمت بیان کرتا ہے اور متعدد بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم [47] سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي [48] سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ [49] کا وِرد کرتا ہے۔ اس کے بعد سر اُٹھا کر اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اُٹھاتا ہوا امید و رجا اور مکمل وثوق سے یوں گویا ہوتا ہے: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس عاجز اور نادار بندے کی بات سن لی جس نے اس کی حمد بیان کی۔ پھر «رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ» [50] یا «رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلأَ السَّمٰوَاتِ وَمِلأَ الأَرْضِ وَمِلأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ ......» الخ [51] مسنون الفاظ کے ذریعے ذاتِ کبریائی کی حمد بیان کرتے ہوئے اس کی رضا مندی کا طالب ہوتا ہے۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا اپنی پیشانی اپنے مالکِ حقیقی کے در پر رکھ دیتا ہے اور نہایت عاجزی و انکساری سے متعدد بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلٰى [52] یا «اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لاَ أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ» [53] پڑھتا ہے۔ پھر ندامت کے آنسو بہاتا ہوا اپنے صغائر و کبائر ظاہر اور پوشیدہ، اگلے پچھلے، دیدہ دانستہ گناہوں کی معافی کا طلب گار ہوتا ہے۔ [54]

پھر تکبیر کہتے ہوئے سر اُٹھاتا ہے اور دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھ کر التجا کرتا ہے: «اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي» [55]

''الٰہی مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، ہدایت، عافیت اور رزقِ (حلال) عطا فرما۔''

پھر دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ ریز ہوجاتا ہے، تسبیحات پڑھتا اور عفو و کرم کی درخواست

---

[46] صحیح بخاری:۷۳۵ [47] صحیح مسلم:۷۷۲ [48] صحیح بخاری:۷۹۴

[49] صحیح مسلم:۴۸۷ [50] صحیح بخاری:۷۹۹ [51] صحیح مسلم:۴۷۷

[52] صحیح مسلم:۷۷۲ [53] صحیح مسلم:۴۸۶

[54] «اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّهُ وَجِلَّهُ وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ وَعَلاَنِيَتَهُ وَسِرَّهُ» (صحیح مسلم:۴۸۳)

[55] ابوداود:۸۵۰

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوجاتا ہے۔ اسی ہیئت پر باقی رکعات پوری کرکے دوزانو مؤدب بیٹھ کر حلف نامہ [57] پیش کرتا ہے:

الٰہی زبان تو نے عطا فرمائی، لہٰذا حمد وتسبیح، تحلیل وتمجید اور اَذکار صرف تیرے لئے۔ الٰہی! جسم تو نے عطا فرمایا لہٰذا میرا قیام رکوع سجدہ طواف اور دیگر جسمانی عبادتیں صرف تیرے لئے۔ الٰہی تو نے مال عطا فرمایا، لہٰذا میری قربانی، نذرونیاز، صدقات وخیرات وغیرہ جملہ مالی عبادتیں صرف تیرے لئے ہیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ کے لئے سلامتی، اور رحمت و برکت کی دعا کرتا ہوا اپنے لئے اور اللہ کے نیک بندوں کے لئے بھی سلامتی کی درخواست کرتا ہے۔ اس کے بعد اقرار نامہ پیش کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی عبدیت ورسالت کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کے بعد محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر درود [58] کا تحفہ پیش کرتا ہے پھر اپنے ہی جسم پر کئے گئے مظالم کا تذکرہ کرکے اپنے مالکِ حقیقی غفور رحیم سے مغفرت کا سوال کرتا ہے۔ [59] غم وحزن، عجز وکسلان، بخل و بزدلی، قرض کے بوجھ اور قہر الرجال [60] کے ساتھ عذابِ جہنم، عذابِ قبر، فتنۂ دجال، اور حیات وممات کے فتنوں سے پناہِ الٰہی کا طالب ہوتا ہے۔

---

[57] «التحيات لله والصلوٰت والطيبات السلام عليك أيها النبي ورحمة الله و بركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمد عبده ورسوله» (صحیح بخاری:۱۲۰۲)

[58] صحیح بخاری:۳۳۷۰«اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد»

[59] «اللهم إني ظلمت نفسي ظلمًا كثيرا ولا يغفر الذنوب إلا أنت فاغفرلي مغفرة من عندك وارحمني إنك أنت الغفور الرحيم» (صحیح بخاری:۸۳۴)

[60] «اللهم إني أعوذ بك من الهم والحزن وأعوذ بك من العجز والكسل وأعوذ بك من البخل والجبن وأعوذ بك من غلبة الدين وقهر الرجال» (ابوداود:۱۵۵۵)

[61] «اللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم وأعوذ بك من عذاب القبر وأعوذ بك من فتنة المسيح الدجال وأعوذ بك من فتنة المحيا والممات» (صحیح بخاری:۱۳۷۷)

www.KitaboSunnat.com

بعدازاں اپنے لئے دین ودنیا کی بھلائی⁽⁶¹⁾ مؤمنین، والدین، اولاد اور اپنے لئے بخشش کی التجا کرتا ہے۔⁽⁶²⁾ غرض یہ کہ انسان اس وقت مناجات کے آخری مراحل میں ہوتا ہے اور اپنے مالک حقیقی کے خزانوں سے ہر اُس چیز کا طلبگار ہوتا ہے جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔ تب یہ انسان اپنے دامن کو فیضانِ الٰہی سے پُر کرکے السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہتا ہوا نماز سے فارغ ہوجاتا ہے۔⁽⁶³⁾

تاہم اسی انداز میں مؤدب دو زانو بیٹھ کر انتہائی تذلّل کے ساتھ اللہ مالک الملک کی کبریائی بیان کرتا ہے اور اپنی نماز میں کوتاہی اور سستی پر استغفار⁽⁶⁴⁾ کرتا ہے اور اپنی دنیا وآخرت کی بھلائی اور بہتری کے لئے دعائیں مانگتا ہے۔ جب انسان ایسے انداز میں نماز ادا کرتا ہے تو محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ خوشخبری پالیتا ہے کہ

«ما من مسلم توضأ فأحسن الوضوء ثم صلّٰی صلوٰة يحفظها ويعقلها إلا دخل الجنة»⁽⁶⁵⁾ ''یعنی جو شخص سنت کے مطابق اچھی طرح وضو کرکے پھر دل لگا کر حفاظت سے اور سمجھ کر نماز ادا کرے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

اللهم وفقنا لما تحب و ترضى ...... آمين يارب العالمين !

مولانا عبدالرحمٰن عزیز معروف اہل علم میں سے ہیں، آپ کے مضامین عرصۂ دراز سے دینی مجلّات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے موصوف کی سماعت کافی متاثر ہے جس کے لئے قارئین سے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں اسلام کی مزید خدمت کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ (ادارہ 'محدث')

⁽⁶¹⁾ ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرة:۲۰۱)

⁽⁶²⁾ ﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيْمَ الصَّلوٰةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا اغْفِرْلِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ (ابراہیم:۴۰،۴۱)

⁽⁶³⁾ ابوداود:۹۹۶

⁽⁶⁴⁾ سلام کے بعد اللہ اکبر، استغفراللہ تین بار، آیت الکرسی واذکار مسنون (صحیح بخاری:۸۴۲، صحیح مسلم:۵۹۱، السنن الکبری:۹۹۲۸)

⁽⁶⁵⁾ المعجم الکبیر للطبرانی:۴/۲۸۴

www.KitaboSunnat.com

فقہ واجتہاد ڈاکٹر صالح بن حسین العاید
تیسرا حصہ مترجم: محمد اسلم صدیق

بلادِ اسلامیہ میں غیر مسلموں کے عام حقوق

⑤ خون، مال اور عزت کے تحفظ کا حق

انسان کے وہ بنیادی حقوق جو تمدنی زندگی میں انتہائی ضروری ہیں اور معاشرہ کا کوئی فرد بھی اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا، وہ یہ ہیں؛ انسانی جان کا تحفظ، خون کا تحفظ، مال کا تحفظ، عزت کا تحفظ اور عقل کا تحفظ۔ اسلام نے انتہائی مؤثر تعلیمات کے ذریعے اور عملاً جس طرح انسان کے ان تمدنی حقوق کا تحفظ کیا ہے، دنیا کا کوئی مذہب اس کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ پھر اس سلسلہ میں اس نے مسلم، غیر مسلم، ملکی اور غیر ملکی کا کوئی فرق روا نہیں رکھا بلکہ ان حقوق میں دنیا کا ہر فرد اس کی نظر میں برابر ہے۔ اس کی نظر میں یہ سب حقوق اور حرمات معصوم ہیں، کسی شرعی سبب کے بغیر ان کو توڑنا اور پامال کرنا حرام ہے۔ کسی کا خون بہانا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ حق دار اس کا مطالبہ نہ کرے۔ ہاں اگر وہ دوسروں کی جان، عزت، مال پر کوئی ناحق حملہ کرے تو گویا وہ خود اپنے حقوق کو کھو رہا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (الانعام:۱۵۱)

''اے نبیؐ! ان سے کہو کہ آؤ میں تم کو بتاؤں کہ اللہ نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں۔ تم پر واجب ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، والدین سے نیک سلوک کرو، اپنی اولاد کو تنگدستی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم جہاں تم کو روزی دیتے ہیں وہاں ان کو بھی دیں گے، فواحش کے قریب مت پھٹکو، وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ کسی ایسی جان کو ہلاک نہ کرو، جسے اللہ

www.KitaboSunnat.com

نے محترم قرار دیا ہے، سوائے اس صورت کے کہ ایسا کرنا حق کا تقاضا ہو۔ اللہ نے تمہیں ان باتوں کی تاکید کی ہے، شاید کہ تم کو عقل آ جائے۔''

اور فرمایا:

﴿ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ (المائدۃ:۳۲)

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو یہ لکھ کر دیا کہ جو کوئی کسی کی جان لے، بغیر اس کے کہ اس نے کسی کی جان لی ہو یا زمین میں فساد کیا ہو، تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچایا، ہمارے رسول ان کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے، مگر اس کے بعد بھی ان میں سے بہت ایسے ہیں جو زمین میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے روز اپنے خطبہ میں فرمایا:

«إن دماء كم وأموالكم و أعراضكم عليكم حرام كحُرمة يومكم هذا، في بلدكم هذا، في شهركم هذا»[1]

''تمہارے خون، تمہارے اَموال، تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارے شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں محترم ہے۔''

الفاظ کا یہ عموم واضح کرتا ہے کہ اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں، اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

«من قتل نفسًا معاهدًا لم يرح رائحة الجنة وإن ريحها ليوجد من مسيرة أربعين عامًا»[2]

''جس نے کسی ذمی معاہد کو ہلاک کیا، اسے جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک محسوس کی جائے گی۔''

ان دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم کو کسی صورت میں بھی ناحق کوئی تکلیف پہنچانا

---

[1] صحيح البخاري:۱۷۳۹ [2] ایضاً:۴۸/۸

www.KitaboSunnat.com

جائز نہیں ہے، نہ اس کی عزت ومال پر دست درازی جائز ہے اور نہ ناحق اس کی جان لی جاسکتی ہے۔ایک روایت میں آتا ہے کہ

''ایک مسلمان نے کسی ذمی شخص کو قتل کردیا، اس کا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے ذمہ کو وفا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار میں ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے بدلے میں مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔''[3]

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک ذمی کو قتل کردیا، اس پر آپؓ نے حکم دیا کہ قاتل کو مقتول کے ورثا کے حوالے کردیا جائے، تاکہ وہ اسے قتل کردیں، چنانچہ وہ مقتول کے ورثا کو دے دیا گیا اور اُنہوں نے اسے قتل کردیا۔[4]

حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں ان کے پاس ایک مسلمان کو لایا گیا جس پر ایک ذمی کے قتل کا الزام تھا، ثبوت مکمل ہونے کے بعد آپؓ نے قصاص میں اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔مقتول کے بھائی نے آکر عرض کیا کہ میں نے خون معاف کیا۔مگر آپ مطمئن نہ ہوئے اور فرمایا: شاید اُنہوں نے تمہیں ڈرایا دھمکایا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، ایسی بات نہیں ہے، مجھے خون بہا مل چکا ہے اور میں سمجھتا ہوں، اس کے قتل سے میرا بھائی واپس نہیں آجائے گا۔تب آپؓ نے قاتل کو رہا کردیا اور فرمایا:

«أنت أعلم، من كانت له ذمّتنا فذمته كذمَّتنا وديته كديتنا»

''تم جانتے ہو کہ جو کوئی ہمارا ذمی ہوا، اس کا خون ہمارے خون کی طرح اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا:

"إنما بذلوا الجزية لتكون دمائهم كدمائنا وأموالهم كأموالنا"[5]

''اُنہوں نے جزیہ اس لئے خرچ کیا ہے کہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہوجائیں۔''

---

③ سنن الدار قطني:۳/۱۳۵، رقم:۱۶۷ ④ اسلامی حکومت میں اہل ذمہ کے حقوق، از مودودیؒ:۱۸

⑤ السنن الکبریٰ:۸/۳۴، سنن الدارقطني:۲/۳۵۰

نیز دیکھئے:غير المسلمين في المجتمع الإسلامي:۱۳

www.KitaboSunnat.com

قاضی ابوبکر بن عمر بن حزم انصاری نے اس بنا پر ایک مسلمان آدمی کو قتل کرنے کا فیصلہ دیا کہ اس نے ایک ذمی کو دھوکہ سے قتل کر دیا تھا۔ ⑥

اسلام میں جنگ کا تصور

غیر مسلموں کے حقوق کے سلسلہ میں سب سے زیادہ اسلام کے تصورِ قتال کو مطعون کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے اگر اسلام میں جنگ کے مقاصد کو پیش نظر رکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس میں غیر مسلموں کی حق تلفی کا شائبہ بھی موجود نہیں ہے۔

اسلام نے جنگ کے لئے جہاد کا جامع اور مقدس لفظ استعمال کیا ہے، کیونکہ اسلام میں جنگ نہایت اعلیٰ مقاصد کے لئے لڑی جاتی ہے۔ ذیل میں ہم وہ مقاصد بیان کریں گے جن کی رو سے جنگ نہ صرف جائز بلکہ اخلاقی فرض قرار پاتی ہے:

❶ ظلم و تعدی کا جواب: جنگ کا ایک مقصد یہ ہے کہ ظلم وطغیان کو مٹا کر عدل و انصاف قائم کیا جائے اور مظلوموں کو ظالموں کے ظلم سے نجات دلائی جائے کہ ان کی جڑ کٹ جائے اور بندگانِ خدا کو امن واطمینان سے زندگی بسر کرنے کا موقع مل سکے۔ چنانچہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَقَاتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (البقرۃ:۱۹۰)

''جو لوگ تم سے لڑائی کر رہے ہیں، اللہ کی راہ میں تم بھی ان سے لڑو، البتہ کسی طرح کی زیادتی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو زیادتی کرنے والے ہیں۔'' نیز فرمایا:

﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوْا اللهَ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (البقرۃ:۱۹۴)

''ماہِ حرام کا بدلہ ماہ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری کے ساتھ ہوگا، لہٰذا جو تم پر دست درازی کرے، تم بھی اس پر دست درازی کرو، البتہ اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ انہی لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔''

❷ دغا بازی اور عہد شکنی کی سزا: اسلام میں جنگ کا دوسرا مقصد ان لوگوں کو کیفر کردار تک

⑥ أخبار القضاة: ۱۳۹/۱

www.KitaboSunnat.com

پہنچانا ہے جو مسلمانوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ کرنے کے بعد تمام تر عہد و پیمان کو پس پشت ڈال کر بغاوت کی روش اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ نَكَثُوْا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِي دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾ (التوبہ:۱۲)

''اور اگر عہد کرنے کے بعد یہ پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر حملے شروع کردیں تو کفر کے علمبرداروں سے جنگ کرو، کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ شاید وہ اس طرح باز آجائیں۔''

❸ **لوگوں کو راہِ حق سے روکنے والوں کے خلاف:** اسلام میں جنگ کا ایک مقصد ان راہزنوں کی سرکوبی کرنا ہے جو بندگانِ خدا کو راہِ حق (اسلام) پر چلنے سے زبردستی ہٹاتے ہیں، یا اُن کے راستے میں کانٹے بچھاتے ہیں یا دوسروں کو اس راہِ خدا کی طرف آنے سے زبردستی روکتے ہیں یا حق کی دعوت کو لوگوں تک پہنچانے میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے خلاف جنگ کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ﴾ (البقرۃ:۱۹۳)

''اس وقت تک ان سے لڑتے رہو جب تک فتنہ ختم نہ ہوجائے اور دین اللہ کے لئے ہوجائے پھر اگر وہ باز آجائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی روا نہیں۔''

❹ **ظلم کا خاتمہ اور مظلوموں کی حمایت:** اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا﴾ (النساء:۷۵)

''اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے جنگ نہیں کرتے جو کہہ رہے ہیں: اے ہمارے رب!! ہمیں اس بستی سے نکال، جہاں کے لوگ نہایت ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کسی کو حامی اور اپنی طرف سے کسی کو مددگار بنا۔''

ایک ہندوستانی مفکر بی جی روڈرک اسلام کے اس مقصدِ جہاد کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

www.KitaboSunnat.com

''اسلام نے اپنے پیغمبر کو صرف ظلم وستم کے خاتمہ اور ان رکاوٹوں کو ہٹانے کے لئے جہاد کا حکم دیا ہے جو دعوتِ اسلام کے سامنے چٹان بن کر کھڑی ہوگئی ہیں لیکن وہ بزورِ شمشیر کسی کو اپنی حقانیت کا اقرار کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ وہ صرف لوگوں کو اپنے سایۂ عاطفت میں آنے کی دعوت دیتا تھا اور اس کے بعد اسے اختیار کرنے پر مکمل آزادی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص حلقہ بگوش اسلام ہوجاتا ہے تو پھر وہ اس کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے اور اس کے دفاع میں اپنی جان بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے، سلامتی اللہ کے ساتھ اور سلامتی تمام کائنات کے ساتھ۔''⑦

جس طرح اسلام نے غیر مسلموں کی جان اور خون کا تحفظ کیا ہے، اسی طرح ان کی جائیداد و اَموال کے تحفظ کو بھی یقینی بنایا ہے، لہٰذا وہ ان کا مال چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹنے، ان کا مال چھیننے والے پر تعزیر عائد کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اور ان سے قرض لینے والے کے لئے اسے واپس کرنا ضروری قرار دیتا ہے اور واپس کرنے میں لیت ولعل کرنے والے کو سزا دیتا ہے۔ داعی اسلامؐ کے متعدد ارشادات موجود ہیں جن میں غیر مسلموں کے اَموال پر دست درازی کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ألا لا تحل أموال المعاهدين إلا بحقها» ⑧

''خبردار! غیر مسلم معاہدین کے مال پر ناحق دست درازی حلال نہیں ہے۔''

صعصعہ بن معاویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ ہم ذمیوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ ہمارے لئے مرغی یا بکری وغیرہ ذبح کرکے ہماری مہمانی کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ نے پوچھا: اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: ہم تو اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ تو عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا:

"هذا كما قال أهل كتاب ﴿لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ﴾ (آلِ عمران:۷۵)
إنهم إذا أدّوا الجزية لم تحل لكم أموالهم إلا بطيب أنفسهم ⑨

---

⑦قالوا عن الإسلام:۲۸۸ ⑧مسند الإمام أحمد:۸۹/۴

⑨مصنف عبدالرزاق ۹۱/۶، أحكام القرآن از ابن العربی ۲۷۷/۱

www.KitaboSunnat.com

''تم نے بھی وہی بات کی ہے جو اہل کتاب دوسروں لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ''اُمیوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے۔'' جب وہ جزیہ ادا کردیں تو پھر ان کی رضامندی کے بغیر ان کا مال تمہارے لئے حلال نہیں ہے۔''

تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ احمد بن طولون کا ایک کمانڈر مصر کے کسی شہر کا گورنر تھا۔ ایک عیسائی راہب احمد بن طولون کے دربار میں اس کے ظلم کی شکایت لے کر آیا۔ دربار کا دربان جو اس کمانڈر کا تعلق دار تھا، اس نے اس سے پوچھا: تجھے کیا شکایت ہے؟ راہب نے جواب دیا: اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور میرے تین سو دینار غصب کئے ہیں۔ دربان نے کہا: تو شکایت نہ کر، تین سو دینار میں تجھ کو ادا کردیتا ہوں۔ وہ راہب کو اپنے گھر لے گیا اور تین سو دینار اس کے حوالے کردیئے۔ راہب نے اسی کو غنیمت سمجھا اور لے کر چلا گیا۔

احمد بن طولون کو واقعہ کی اطلاع مل گئی، اس نے کمانڈر، دربان اور راہب، تینوں کو دربار میں طلب کیا۔ کمانڈر سے پوچھا: کیا تیری ضروریات پوری نہیں کی جاتیں؟ کیا تجھے خوش حالی اور رزق میں کشادگی میسر نہیں ہے؟ اور کوئی ایسا محرک بھی نہیں ہے جو تجھے دستِ ظلم دراز کرنے پر برانگیختہ کرے۔ پھر کس چیز نے تجھے ایسا کرنے پر اُکسایا؟ اس کے بعد احمد بن طولون نے کمانڈر اور دربان دونوں کو ان کے عہدوں سے معزول کردیا۔ اس کے بعد عیسائی راہب کو بلایا اور اس سے پوچھا: اس نے تجھ سے کتنے دینار لئے تھے؟ اس نے بتایا: تین سو دینار۔ ابن طولون نے کہا: تیرا برا ہو، تین ہزار دینار کیوں نہیں کہتا، جتنے کہو گے اتنے لے کر دوں گا۔ اس کے بعد کمانڈر کے مال سے اُتنے دینار لے کر راہب کو دے دیئے۔[10]

اس کے علاوہ اسلام نے غیر مسلموں کی عزتوں کے تحفظ میں بھی کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی، ان سے تکالیف کو دور کرنا واجب قرار دیا، ان کی غیبت کو حرام ٹھہرایا، کیونکہ جزیہ واطاعت کے کے عوض مسلمان ان کے حقوق کی حفاظت کا معاہدہ کرچکے ہیں۔ اُنہیں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں، جیسا کہ ابن عابدینؒ نے اس کی وضاحت کی ہے۔[11] بلکہ اُنہوں نے مزید لکھا ہے:

---

[10] التذکرۃ الحمدونیۃ ۳/۲۰۰۔۲۰۱ [11] ردّ المحتار علی الدر المختار ۳/۲۴۴

www.KitaboSunnat.com

"إنه بعقد الذمة وجب له ـ أي للذمي ـ ما لنا . فإذا حرمت غيبة المسلم حرمت غيبته ، بل قالوا: إن ظلم الذمي أشد" ⑫

''ان کے لئے وہی کچھ واجب ہے جو ہمارے لئے ہے۔ پس جب کسی مسلمان کی غیبت کرنا حرام ہے تو ذمی کی غیبت بھی حرام ہے، بلکہ ذمی پر ظلم کرنا زیادہ سخت جرم ہے۔''

عبداللہ بن وہبؒ جو امام مالکؒ کے شاگرد ہیں، ان سے نصرانی کی غیبت کرنے کے بارے میں سوال ہوا تو اُنہوں نے فرمایا:

"أوليس من الناس قالوا: بلى . قَال فإن الله عزوجل يقول:﴿وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾" (البقرۃ:۸۳)

''کیا وہ انسان نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں، فرمایا: تو پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لوگوں سے اچھی بات کہو۔'' ⑬

اور یہ حقوق صرف ہم وطن غیر مسلموں کو ہی حاصل نہیں ہیں بلکہ ان غیر مسلموں کو بھی یہ حقوق برابر حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کی پناہ اختیار کر چکے ہیں۔ انہیں اَمن وسکون مہیا کرنا ان کی حفاظت وحمایت کرنا اور انہیں اپنی رعایا جیسا حق دینا مسلمانوں پر فرض ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ (التوبہ:۶)

''اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمہارے پاس آنا چاہے تو اسے پناہ دے دو، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر تم اسے اس کی جائے امن تک پہنچا دو۔ یہ اس لئے کرنا چاہئے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔''

اور پھر غیر مسلموں کو پناہ دینے کا یہ حق کسی مخصوص طبقہ کے لئے نہیں ہے، بلکہ ہر مسلمان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی غیر مسلم کو پناہ دے۔

چنانچہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

«ذمة المسلمين واحدة، يسعى بها أدناهم، فمن أخفر مسلما فعليه

---

⑫ ایضاً: ۲۵۰/۳

⑬ بهجة المجالس وأنس المجالس: ۵۴/۲/۱

www.KitaboSunnat.com

لعنة الله والملائكة والناس أجمعين . لا يقبل الله منه يوم القيمة صرفًا ولا عدلاً »[۱۴]

''غیر مسلم کو امان دینے میں سب مسلمان برابر ہیں۔ ان کا ادنیٰ ترین شخص بھی اس کے لئے کوشش کرسکتا ہے۔ اور جس نے کسی مسلمان کے ذمہ کو توڑا، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرضی ونفلی عبادت کو قبول نہ کرے گا۔''

نیز فرمایا: «ويجير على المسلمين أدناهم»[۱۵]

''ایک ادنیٰ مسلمان بھی غیر مسلم کو پناہ دے سکتا ہے۔''

چنانچہ جب صحابیہ رسول ام ّ ہانیؓ بنتِ ابی طالب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ! میں ھبیرہ کے فلاں بیٹے کو پناہ دے چکی ہوں اور میرا بھائی علیؓ کہتا ہے کہ میں اس آدمی کو قتل کروں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«قد أجرنا من أجرتِ يا أمّ هاني»

''اے اُمّ ہانی جس کو تم نے پناہ دی، ہم بھی اس کو پناہ دیتے ہیں۔''[۱۶]

الغرض دینِ اسلام کے مخالفین جو امن و امان کے طلبگار ہوں، اُنہیں امن و پناہ مہیا کرنا، پھر اس پناہ کو توڑنے پر سخت وعید سنانا اور اس پناہ کے تحفظ کی ضرورت پر سخت زور دینا، امن امان دینے کا معاہدہ کرنے کے بعد ان پر کسی طرح کی زیادتی روا رکھنے کو سختی سے روکنا، اسلام کے وہ مناقب ہیں جن کا اس دینِ حنیف کے علاوہ کسی اور مذہب میں وجود محال ہے۔

⑥ ظلم سے بچاؤ اور تحفظ کا حق[۱۷]

اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ غیر مسلموں کو ان کے علاقہ میں ان تمام بیرونی دشمنوں سے تحفظ فراہم کرے جو اُنہیں نقصان پہچانا چاہتے ہیں اور یہ وہ تمدنی حق ہے جس میں کوتاہی کو اسلام نے برداشت نہیں کیا، کیونکہ غیر مسلموں کو وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہیں، بلکہ تمام مصائب سے ان کا دفاع کرنا، ان کے تحفظ کی خاطر قتال کرنا اور دشمنوں سے ان

---

[۱۴] صحيح البخاري:۷۳۰۰ [۱۵] سنن ابن ماجه:۸۹۵/۲

[۱۶] صحيح البخاري: ۳۱۷۱

[۱۷] غير المسلمين في المجتمع الإسلامي:۹تا۱۱

www.KitaboSunnat.com

کے قیدیوں کو چھڑانا مسلمانوں پر لازم ہیں، کیونکہ وہ اس کے عوض جزیہ ادا کرتے ہیں۔

امام ابن حزمؒ نے مراتب الاجماع میں اس امر کی صراحت کی ہے کہ

"أن من كان في الذمة وجاء أهل الحرب إلى بلادنا يقصدونه وجب علينا أن نخرج لقتالهم بالكراع والسلح ونموت دون ذلك صونًا لمن هو في ذمة الله وذمة رسوله فإن تسليمه دون ذلك إهمال لعقد الذمة"[18]

''اگر کوئی شخص مسلمانوں کا ذمی ہے اور دشمن جنگجو ہمارے علاقہ میں آ کر اس کو پکڑنا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلحہ سے لیس ہوکر ان کے خلاف لڑنے کے لئے نکلیں اور اس شخص کی حفاظت کی خاطر اپنی جان دے دیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ذمہ میں ہے۔ اس کو دشمنوں کے حوالے کرنا اس عقدِ ذمہ کو توڑنے اور پس پشت ڈالنے کے مترادف ہوگا۔''

تاریخ کے صفحات میں متعدد واقعات اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ مسلمانوں نے کس قدر جگر سوزی کے ساتھ غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کیا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے جو امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ

''لشکرِ اسلام کے سپہ سالار جلیل القدر صحابی حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے شام کو فتح کرلیا اور اہل شام نے جزیہ دینے پر صلح کرلی۔ جب اہل ذمہ نے مسلمانوں کی وفاشعاری اور حسن سیرت کو دیکھا تو وہ مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف ان کے مددگار اور اعدائے مسلمین کے سخت مخالف بن گئے۔ اُنہوں نے اپنے بندے مقرر کئے جو رومیوں کی جاسوسی کرتے تھے اور ان کی خبریں مسلمانوں تک پہنچاتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کیا تیاری کررہے ہیں؟ اُنہوں نے خبر دی کہ رومیوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک بہت بڑا لشکر جمع کرلیا ہے۔ ہر شہر کے رؤسا وہاں ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے مقرر کردہ امیر کے پاس آئے اور ساری صورتِ حال ان کے گوش گزار کردی۔ اُمرا نے ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو صورت حال سے آگاہ کیا اور ہر طرف سے ابوعبیدہؓ کے پاس یہ خبریں پہنچنے لگیں کہ رومیوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک لشکر جرار جمع کرلیا ہے۔ حالات سنگین صورت اختیار کررہے تھے۔ ابوعبیدہؓ نے رومیوں کے مقابلہ میں اپنی فوجوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لہٰذا اُنہوں نے شام کے تمام مفتوحہ علاقوں کے

---

[18] الفروق از قرافی: ۳/۱۴، نیز دیکھئے: موقف الإسلام من غير المسلمين في المجتمع الإسلامي، از ڈاکٹر علی الصوا، کتاب: معاملة غير المسلمين في الإسلام کے ضمن میں۔

www.KitaboSunnat.com

والیوں کو لکھا کہ اہل ذمہ سے تم نے جو جزیہ اور خراج وصول کیا ہے، اُنہیں واپس کردو اور ان سے کہو: رومیوں کا لشکرِ جرار ہمارے خلاف جمع ہو چکا ہے۔ ان حالات میں ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے، لہٰذا وہ مال تمہیں واپس کرتے ہیں جو تمہاری حفاظت کے معاوضہ میں تم سے وصول کیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح سے سرفراز کیا تو ہم اسی معاہدۂ صلح پر باقی رہیں گے جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہو چکا ہے۔ یہ کہہ کر جب مسلمانوں نے ان کا تمام مال اُنہیں واپس کردیا تو انہوں نے مسلمانوں کا یہ عدل اور حسن سلوک دیکھ کر کہا: اللہ تمہیں فتح یاب کرے اور ہمارے پاس واپس لائے، اگر یہاں رومی ہوتے تو وہ ہمیں کچھ بھی واپس نہ کرتے، بلکہ جو کچھ ہمارے پاس ہے، وہ بھی چھین لیتے اور ایک پائی بھی ہمارے پاس نہ چھوڑتے۔ پھر رومیوں اور مسلمانوں کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں، گھمسان کا رن پڑا، دونوں فوجوں کے ہزاروں آدمی مارے گئے اور آخر اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ جن شہروں کے باشندوں نے ابوعبیدہؓ سے صلح نہیں کی تھی، اُنہوں نے اپنے رومی ہم مذہبوں کا یہ حال دیکھ کر ابوعبیدہ سے صلح کی درخواست کی۔ آپؓ نے سابقہ دستور کے مطابق اُنہیں صلح کا پروانہ دے دیا، البتہ ان لوگوں نے اضافی یہ شرط عائد کی کہ وہ رومی باشندے جو مسلمانوں کے خلاف لڑنے آئے تھے اور اب ان کی قید میں ہیں، اُنہیں امن دے کر ان کے مال ومتاع، اہل وعیال کے ساتھ واپس روم لوٹنے کی اجازت دے دی جائے اور اس سلسلہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔ ابوعبیدہؓ نے ان کی یہ شرط مان لی۔ اس کے بعد اُنہوں نے جزیہ ادا کردیا اور مسلمانوں کے لئے اپنے شہروں کے دروازے کھول دیے۔

ابوعبیدہؓ وہاں سے واپس پلٹے، راستہ میں جس شہر سے گزرتے اس کے باشندے اپنے رؤسا کو بھیج کر صلح کے طلب گار ہوتے۔ آپؓ سابقہ دستور کے مطابق صلح کا معاہدہ لکھ دیتے اور جب ان شہروں سے گزرتے جنہوں نے رومیوں کے ساتھ جنگ سے پہلے ہی صلح کر لی تھی اور آپ نے ان کا جزیہ اور خراج واپس کردیا تھا، تو وہ جزیہ اور خراج کی وہ رقم لے کر حاضر ہوجاتے۔ لوگ گرجوں، عبادت گاہوں اور بازاروں سے نکل کر آپ کا استقبال کررہے تھے۔ پس آپؓ نے صلح کی سابقہ شرائط کو برقرار رکھا اور ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔''[19]

غیر مسلموں کی حمایت اور تحفظ کی ایسی بے شمار مثالیں ہیں جن کے نقوش ابھی تک تاریخ

---

[19] کتاب الخراج: ۱۴۹۔۱۵۱

www.KitaboSunnat.com

کے چہرہ پر ثبت ہیں۔مشہور واقعہ ہے کہ جب تاتاری شام پر غالب آ گئے ۔بہت سے مرد، عورتیں قیدی بنا لئے گئے ۔یہ حال دیکھ کر ابن تیمیہؒ نے تاتاری بادشاہ قازان سے ملاقات کی اور قیدیوں کی رہائی کے سلسلہ میں اس سے گفتگو کی ۔اس پر تاتاری کمانڈر نے صرف مسلمان قیدیوں کو چھوڑنے پر رضا مندی ظاہر کی اور ذمی قیدیوں کو رہا کرنے سے انکار کر دیا، مگر ابن تیمیہؒ نے فرمایا:

”لا نرضى إلا بافتكاك جميع الآسارٰى من اليهود والنصارٰى، فهم أهل ذمتنا ولا ندع أسيرا، لا من أهل الذمة ولا من أهل الملة، فلما رأىٰ إصراره و تشدّده أطلقهم له“ [۲۰]

”ہم یہودی وعیسائی تمام قیدیوں کو چھوڑے بنا راضی نہیں ہوسکتے، کیونکہ ہم نے ان کی حفاظت کا عہد کر رکھا ہے۔لہٰذا ہم اپنے نہ کسی ذمی کو قید میں چھوڑ سکتے ہیں اور نہ اپنے کسی ہم ملت کو۔ تاتاری بادشاہ نے جب آپ کا مسلسل اصرار دیکھا تو اس نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔“

خلیفہ واثق باللہ نے ۲۳۱ھ میں ان تمام مسلمان اور ذمی قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے اُنہیں رہا کروایا تھا جو رومیوں کی قید میں تھے۔[۲۱]

مذکورہ دلائل یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ بیرونی حملہ آور ظالموں سے غیر مسلم ذمیوں کی حفاظت بہرحال ضروری ہے تو اس سے یہ بات بالاولیٰ ثابت ہوجاتی ہے کہ داخلی اور ملکی ظلم و زیادتی سے غیر مسلموں کو بچانا اسلام کی رو سے اور بھی ضروری ہے۔امام ماوردیؒ فرماتے ہیں:

”ويُلتزم لهم ـ يعنى أهل الذمة ـ ببذل الجزية حقان : أحدهما، الكف عنهم والثاني:الحماية لهم، ليكونوا بالكف آمنين وبالحماية محروسين“

”اہل ذمہ جو جزیہ ادا کرتے ہیں، اس کے عوض ان کے لئے دو حق لازم ٹھہرتے ہیں: ایک، ان پر ظلم کرنے سے باز رہنا اور دوسرا، ان کی طرف بڑھنے والا ظلم کا ہاتھ روکنا، ان کی حمایت

---

۲۰ الرسالة القبرصية :۴۰،سماحة الإسلام، ازحوفی:۳۹ اور غير المسلمين فى المجتمع الإسلامي:۱۰

۲۱ البداية والنهاية : ۱۴/۳۲۰۔۳۲۱

www.KitaboSunnat.com

اور دفاع کرنا تاکہ وہ مامون ومحفوظ ہوجائیں۔''[۴۲]

مسلمانوں کا اُنہیں اپنی حمایت سے محروم کردینا ان پر سخت ظلم ہے اور دین اسلام ظلم کی تمام انواع کے خلاف جنگ کرنے کا داعی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَّظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا﴾ (الفرقان:۱۹)

''جو تم میں سے ظلم کرے گا، ہم اُنہیں بہت بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔''

حدیثِ قدسی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

يا عبادي إني حرَّمتُ الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرماً فلا تظالموا[۴۳]

''اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر حرام کردیا ہے کہ کسی پر ظلم کروں، اور میں تمہارے درمیان بھی اس کو حرام ٹھہراتا ہوں، لہٰذا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔''

اور خلیفۃ المسلمین کا یہ فرض ہے کہ وہ ذمیوں سے کئے گئے معاہدوں کو پورا کرنے میں حریص ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ذمی کو تکلیف دینا خود اپنے کو اور اللہ تعالیٰ کو تکلیف دینے کے مترادف قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«من آذىٰ ذميا فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله»[۴۴]

''جس نے کسی ذمی کو تکلیف دی، یقیناً اس نے مجھے تکلیف دی، اور جس نے مجھے تکلیف دی، اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

«من آذى ذميًّا فأنا خصمه، ومن كنت خصمه خصمته يوم القيمة»[۴۵]

''جس نے کسی ذمی کو تکلیف دی، میں اس کے خلاف وکیل ہوں۔ جس کے خلاف میں وکیل بن گیا تو پھر روز قیامت بھی میں اس کے خلاف وکالت کروں گا۔''

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«ألا من ظلم معاهدًا أو كلَّفه فوق طاقته أو أخذ شيئًا بغير طيب نفس

---

[۴۲] الأحكام السلطانية: ۱۴۳، موقف الإسلام من غير المسلمين في المجتمع الإسلامي: ۲۱۱

[۴۳] صحيح مسلم: ۴۶۷۴ [۴۴] الجامع الصغير: ۸۳۷۰ [۴۵] ایضاً

www.KitaboSunnat.com

منه فأنا حجيجه يوم القيمة»[۲۶]

''جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا یا اس کی طاقت سے بڑھ کر اس پر بار ڈالا یا اس کی رضا مندی کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو میں اس کے خلاف روزِ قیامت جھگڑا کروں گا۔''

ان روایات کے تناظر میں یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ اہل الذمہ کو ہر چھوٹے بڑے ظلم سے بچانا اور ان کی حمایت کرنا فرض ہے، چنانچہ امام قرافیؒ فرماتے ہیں:

"إن عقد الذمة يوجب حقوقًا علينا لهم، لإنهم في جوارنا وفي خفارتنا وذمة الله تعالىٰ و ذمة رسوله(ﷺ) و دين الإسلام، فمن اعتدى عليهم، ولو بكلمة سوء أو غيبة في عرض أحدهم، أو نوع من أنواع الأذية أو أعان على ذلك فقد ضيّع ذمة الله تعالىٰ وذمة رسولﷺ وذمة الإسلام"

''عقدِ ذمہ ہمارے اوپر ذمیوں کے بہت سے حقوق واجب کر دیتا ہے، کیونکہ وہ ہماری پناہ اور حفاظت میں ہیں، نیز اللہ، اس کے رسولؐ اور دین اسلام کی ذمہ داری میں ہیں۔ جس نے ان پر زیادتی کی، خواہ کوئی ناروا بات کی یا اس کی غیبت کر کے اس کی عزت کو داغدار کیا یا اسے کسی بھی نوعیت کی اذیت سے دوچار کیا یا اس کے خلاف کسی کی مدد کی تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسولؐ اور اسلام کی ذمہ داری کو پامال کر دیا۔''[۲۷]

غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو کہ ایک عام مسلمان آدمی نے بھی اگر کسی ذمی پر ظلم ہوتے دیکھا تو ازالہ کی ہر ممکن کوشش کی، جیسا کہ عامر بن عبداللہ عنبری کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ وہ ایک سواری پر سفر کر رہے تھے، دیکھا کہ بادشاہ کے ایک کارندے نے ایک ذمی کو پکڑ رکھا ہے[۲۸] اور اسے دار الإمارة کی طرف کھینچ رہا ہے اور ذمی اس سے فریاد کر رہا ہے۔ عامر نے جب دیکھا تو اس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا: میں اس کو دارالامارۃ میں جھاڑو دینے کے لئے لے جا رہا ہوں۔ عامر ذمی کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کیا تم رضا کارانہ طور پر اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو؟ اس نے کہا: نہیں، اس سے میرا، کھیت کے کام کا حرج ہوگا۔ عامر نے پوچھا: کیا تو نے

---

[۲۶] السنن الكبرىٰ للبيهقي: ۲۰۵/۹ [۲۷] الفروق: ۱۴/۳

[۲۸] یعنی وہ ذمی کے ساتھ اُلجھ رہا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

جزیہ ادا کردیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، اس پر عامر نے حکومتی کارندے سے کہا: دیکھو وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے جزیہ ادا کردیا ہے اور تمہیں بھی اس سے انکار نہیں ہے اور تم اس کو بلا معاوضہ خدمت اور بیگار پر لے جانا چاہتے ہو جس پر وہ راضی نہیں ہے، لہٰذا تم اسے چھوڑ دو۔ اس نے کہا: میں نہیں چھوڑوں گا، عامر نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنی موجودگی میں اللہ کے ذمہ پر ظلم نہیں ہونے دوں گا۔ میں اپنی زندگی میں اپنے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ذمہ ٹوٹنا برداشت نہیں کرسکتا اور اس کے بعد ذمی کو اس کے ہاتھ سے چھڑا دیا۔[29]

سابق مفتی مملکتِ سعودی عرب سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ نے نہایت پرزور انداز میں یہ بات کہی ہے کہ

''وہ غیر مسلم جو ہمارے خلاف برسر جنگ نہ ہوں، ہم پابند ہیں کہ ان کو کسی قسم کی ایذا اور ضرر نہ پہنچائیں اور نہ ناحق ان پر زیادتی کریں، بلکہ ان کے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہئے جو ایک مسلمان کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ان کی امانت واپس کریں، ان کے ساتھ دھوکہ، جھوٹ اور خیانت کا ارتکاب نہ کریں اور ان کے ساتھ کوئی نزاع یا جھگڑا ہوجائے تو احسن طریقہ سے جھگڑیں اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں، کیونکہ قرآن کی تعلیمات یہی ہیں: ﴿وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (العنکبوت:۴۶) ''اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو، مگر عمدہ طریقہ سے، سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں۔''[30]

غیر مسلموں کے حقوق کی اس اہمیت کے پیش نظر حضرت عمر فاروقؓ مختلف علاقوں سے آنے والے وفود سے اہل ذمہ کا حال دریافت کیا کرتے تھے اور وہ جواب دیتے تھے: "مانعلم إلا وفاء" ''ہم تو یہی جانتے ہیں کہ ان کے ساتھ عہد وفا ہوتے ہیں۔''[31]

جب حضرت عمر فاروقؓ کے پاس یہود و نصاریٰ کی بکثرت شکایات آنے لگیں تو آپ کو معلوم ہوا کہ دیارِ بنی تغلب کا گورنر ولید بن عقبہ نے اُنہیں ڈرایا دھمکایا ہے۔ آپؓ نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں وہ اُنہیں کسی شر میں مبتلا نہ کردے، ولید بن عقبہ کو معزول کرکے اس

---

[29] تاریخ دمشق: ۱۴/۲۶ [30] مجموع فتاویٰ ابن باز: ۳۹۳/۶

[31] التاریخ الطبري: ۲۱۸/۴

www.KitaboSunnat.com

کی جگہ کسی اور کو گورنر مقرر کر دیا۔[۳۲]

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی وفات کے وقت اہل ذمہ کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی۔ ابو یوسفؒ نے حصین بن عمرو بن میمون کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ عمر فاروقؓ نے فرمایا تھا:

''میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو اہل ذمہ کے ساتھ بھلائی کی تلقین کرتا ہوں، ان کے ساتھ کئے گئے عہد و پیمان کو پورا کیا جائے۔ ان کی حفاظت کے لئے لڑا جائے اور انہیں ان کی طاقت سے زیادہ گراں بار نہ کیا جائے۔''[۳۳]

آپؓ کی یہ وصیت اس لئے تھی کہ اسلام میں اہل ذمہ کے حقوق کی عظمت کو واضح کیا جائے، اور مسلم عوام اور قائدین کے ذہنوں میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ غیر مسلموں کے ان حقوق میں کوئی کمی کرنا یا ان کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے کسی ضروری حکم کی خلاف ورزی کرنا انتہائی بھاری جرم ہے۔

---

[۳۲] سماحة الإسلام للحوفي، ص ۵۶ [۳۳] كتاب الخراج: ۱۳۶

www.KitaboSunnat.com

دورِفتن میں مسلم خاتون کا فریضہ

میں ایک اہم موضوع پر اظہار خیال کرنے اُٹھی ہوں۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ معاشرہ کی تعمیر میں عورت کا کیا کردار ہونا چاہئے؟ یہ ایک انتہائی اہم موضوع ہے.....!

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوچھا جارہا ہے کہ کیا معاشرے کی تعمیر میں مسلمان عورت کا کوئی عمل دخل اور ذمہ داری ہے؟ اگر سوال یہی ہے تو اس کا جواب نہ صرف اثبات میں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ عورت کا تو وجود بذاتِ خود ایک بہت بڑا کردار ہے۔ اس لئے کہ یہ عورت ہی تو ہے جو نفسِ انسانی کاشت کرتی ہے اور مرد ہو یا عورت، سب کو اپنی کوکھ سے جنم دیتی ہے اور پھر اسے جنم دینے کے بعد اس کی پرورش کرتی ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ اس ننھی جان کو جس خالقِ حقیقی نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ماں کے رحم میں پیدا فرمایا اور اس کو نک سک سے مکمل کیا، وہی اسے رحم مادر سے باہر بھیجتا ہے۔ اس کے بعد اس کی پرورش اور تربیت بھی اسی کی ذمہ داری بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ انسانی کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ○ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ﴾

''ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا، پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا۔ پھر اس کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔'' (المومنون:۱۲ تا ۱۴)

چنانچہ جب رحمِ مادر اپنے لختِ ہائے جگر کاٹ کر پھینکتا ہے، یعنی جب ماں بچے کو جنم دیتی

☆ ۴ دسمبر ۱۹۸۵ء کو اسلام آباد میں منعقدہ خواتین کی 'عالمی سیرت کانفرنس' کا ایک خطاب

www.KitaboSunnat.com

ہے تو..... کیا اس کے بعد اس کا کام ختم ہو جاتا ہے؟

کیا اس کے بعد یہ عورت ہی نہیں جو بچے کو پروان چڑھانے کی ذمہ داری کا بوجھ اُٹھاتی ہے اور راتوں کو جاگ کر اپنا خونِ جگر پلا کر اس کی نشو ونما کرتی ہے؟ اور پھر کیا دودھ چھڑانے کے بعد بچے کی زندگی میں عورت کا کردار ختم ہو جاتا ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ مسلمان عورت کا مشن انتہائی نازک ہے۔ اپنے وظائف وفرائض کی مخصوص نوعیت کی بنا پر معاشرے میں وہ ذمہ داری کے انتہائی بلند مقام پر فائز ہے۔ یہ عورت ہی تو ہے جو نسلوں کی تربیت کرتی ہے۔ پہلے اس کے جسم کو پروان چڑھاتی ہے۔ اس جسمانی ساخت وپرداخت سے کہیں نازک تر یہ ہے کہ عورت ہی انسان کو انسان بناتی ہے۔ عورت ہی نسلِ انسانی کے افراد میں، نر ہوں یا مادّہ، سب میں قوائے ادراک وشعور کی تکمیل کا عمل سرانجام دیتی ہے، ان میں صدق وامانت اور جواں مردی وایثار ایسے اخلاقِ فاضلہ کی آبیاری کرتی ہے۔

درحقیقت معاشرے میں عورت کا مقام وہی ہے جو جسم میں روح کا۔ عورت ہی انسانی معاشرے کی ماں اور اس کا مرکز ومحور ہے۔ عورت ہی معاشرے کو تخلیق کرتی ہے۔ اسی بنیاد پر معاشرہ قائم رہتا ہے۔ اور وہی اس میں زندگی کی روح پھونکتی ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ عورت ہی انسانی معاشرے کو خوش بخت بناتی ہے جبکہ یہ بھی اسی کے امکان میں ہے کہ اسے بدبخت بنا دے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عورت اپنے کندھوں پر نسل انسانی کو پیدا کرنے اور وجود میں لانے کی جو ذمہ داری اُٹھاتی ہے، اسے پورا کرنے کے بعد عورت کے پاس کیا اتنا وقت بچ سکتا ہے کہ وہ مردوں سے برابری حاصل کرنے کے لئے سرکاری دفاتر یا کاروباری مراکز میں بھی جا کر کام کرے؟

اور پھر اہم بات یہ ہے کہ وہ مرد جس سے مساوات پیدا کرنا عورت نے اپنا مقصد سمجھ لیا ہے، وہ کون ہے اور کیا ہے؟ کیا یہ مرد خود عورت کا جگر گوشہ اور اسی کی کوکھ سے جنم لینے والا بیٹا نہیں ہے؟ عورت کو اس سے کیا پریشانی لاحق ہوسکتی ہے کہ اس کا لختِ جگر وزیر بن جائے یا وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر فائز ہو جائے۔

کیا یہی وزیراعظم ہر روز صبح کے وقت اس کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کے لئے اس کے پاس

www.KitaboSunnat.com

حاضری نہیں دیتا؟ خود سوچئے کہ عورت کے لئے یہ مقام و مرتبہ باعثِ فضل و شرف ہے یا یہ کہ روزانہ پون گھنٹہ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ وقت اپنا بناؤ سنگھار کرنے کی غرض سے آئینہ کے سامنے کھڑی رہ کر گزارے تاکہ اس کے ساتھ کام کرنے والے مرد اس کی تزئین و آرائش سے محظوظ ہوں.....!

اسلام کی نظر میں جس نے یہ اعلان کیا ہے کہ ''جنت ماں کے قدموں میں ہے۔'' عورت اس سے کہیں زیادہ گراں بہا ہے کہ وہ اپنا وقت مرد کے دوش بدوش چلنے کی خاطر ایسے کاموں میں صرف کرے جن کی بجا آوری اور تکمیل اپنی فطرت اور مزاج کے لحاظ سے مرد ہی کے ساتھ مختص ہے۔ بلاشبہ مرد کی زندگی کا اہم ترین فریضہ یہ ہے کہ وہ ان ذمہ داریوں کو پورا کرے جن کا اسے مکلّف بنایا گیا ہے۔ بعینہٖ عورت کی زندگی کا اہم ترین فرض یہ ہے کہ وہ اپنا وہ کردار ادا کرے جو اس کا امتیاز ہے اور جو صرف وہی ادا کرسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کو جس فطرت پر خلق فرمایا ہے، وہ فطرتِ سلیمہ ہے۔ مرد جو خاندان کا سربراہ اور باپ ہے، اس کی فطرت یہ ہے کہ وہ عورت کے زندہ رہنے کا ساز و سامان فراہم کرے اور اس کی زندگی کے تمام مطالبات اور ضروریات کی کفالت کرے جبکہ عورت اپنی فطرت کے اعتبار سے یا تو ماں ہے اور ماں ہونے کے ناطے سے اس کا کام بچے پیدا کرنا اور ان کی تربیت کرنا ہے اور یا بیوی ہے جس کا فریضہ یہ ہے کہ اپنے خاوند کے لئے تمام ایسے حالات و اسباب مہیا کرے جو اس کو گھر سے باہر کام کرنے کے قابل بنائیں تاکہ زندگی کے تمام شعبوں میں ہر قسم کی بہترین پیداوار حاصل ہو۔

اس کارگاہِ حیات میں عورت کی صنعت مردوں اور عورتوں کی کھیپ تیار کرنا ہے اور مرد کی صنعت یہ ہے کہ وہ عورت کو وہ تمام سامان مہیا کرے جس کی عورت کو اپنی زندگی اور خوش حالی کے لئے احتیاج ہے تاکہ اس کے نتیجے میں انسان سازی کی صنعت اپنے بہترین حالات میں رواں دواں رہے اور اچھے انسان تیار ہوں۔

کیا ان حقائق کی موجودگی میں بھی یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ کیا معاشرے یا بالفاظِ دیگر زندگی میں عورت کا کوئی رول ہے؟ ظاہر ہے کہ زندگی میں عورت کا رول یہ ہے کہ وہ ماں بنے، بیوی بنے .....لیکن ہوا کیا؟

www.KitaboSunnat.com

میری مراد یہ ہے کہ جب عورت کو اس کی اصل فطرت کے دائرے سے نکال کر ایسے کاموں میں گھسیٹا گیا جو اس کی فطرت سے ہم آہنگ نہ تھے تو کیا نتائج برآمد ہوئے؟

ایسی نسلیں وجود میں آئیں جن کے وہ خلئے جو عقل وشعور کا مرکز ہوتے ہیں، نشہ آور اشیا کے استعمال سے مسموم ہوگئے۔ اب وہ آدمی نہیں بلکہ آدمیت کی ایک جھلسی ہوئی اور مسخ شدہ شکل اور انسانیت کی انتہائی بھدی اور بھونڈی تصویر بن کر رہ گئے ہیں۔

ہم نے خود ہی مامتا کو گنتی کے چند ٹکوں کے عوض فروخت کر دیا اور پھر خود ہی پوچھتے ہیں کہ آیا معاشرے میں عورت کا کوئی رول ہے؟ آپ کس معاشرے کی بات کر رہے ہیں؟ معاشرہ باقی کہاں رہ گیا ہے؟ ہم نے گھر کو، جو معاشرے کی خشتِ اوّل تھا، اُجاڑ دیا، ہم نے عورت کو گھر سے دفتر اور دفتر سے گھر کے چکر میں ڈال کر اس کے فطری مقاصد اور طبعی صلاحیتوں کو ضائع کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ گیا۔

مغرب جو یہ جھوٹا اور پُرفریب دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے عورت کو آزادی عطا کی ہے، عنقریب اس پر زمانہ اپنا طبعی چکر پورا کرے گا اور پھر جب سب چیزوں کو لوٹ کر دوبارہ اپنے فطری محور و مرکز پر واپس آنا پڑے گا اس وقت اُنہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے تو اپنے گھر کو اور گھر کے ساتھ ہی اپنے سارے معاشرے کو اُسی دن بگاڑ دیا تھا جس دن دنیا کو اس دھوکے میں مبتلا کیا تھا کہ عورت کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنا سامانِ معاش مہیا کرنے کے لئے محنت مزدوری کرے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عورت عورت نہ رہی بلکہ آدمیت کی مسخ شدہ صورت اور جنسی بھیڑیوں کے لئے لوٹ کا مال بن گئی۔

لہٰذا عورت کے وزیراعظم بن جانے سے کسی کو دھوکے میں مبتلا نہ ہونا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ عورت کا کمال اور اس کی بے مثال خوبی یہی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کرے اور اُنہیں ایسا قائدانہ کردار ادا کرنے کے لئے تیار کرے جو معاشرے کے لئے نفع بخش، مثبت اور نتیجہ خیز ہو۔ مسلسل عورت جب تک ماں رہی، یعنی اُمومت کے اوصاف سے متصف رہی، اس کو معاشرے میں سب سے محترم مقام حاصل رہا۔

آیئے، اب ذرا ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ عورت کو گھر سے نکال کر کارخانوں اور دکانوں میں پہنچانے کے نتیجے میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا.....!!

www.KitaboSunnat.com

عورت نے سب سے پہلے اپنی جو متاعِ گراں مایہ اس چکر میں گنوائی..... وہ ہیں اس کے جگر گوشے، یعنی اس نے اپنے بیٹوں کو تباہ و برباد کردیا اور اس کے نتیجے میں ایک ایسی نسل وجود میں آئی جسے شیطان نے کاشت کیا ہے جس کی رگِ جان سوکھ کر بے برگ و بے ثمر ہوگئی۔ یہ وہ نسل ہے جس کی پرورش غیر فطری طریقے پر ہوئی اور اس کے افراد غلط رہنمائی کے زیرسایہ پل بڑھ کر جوان ہوئے اور اب وہ خود اپنی ہی ماں کو اپنی اس مسخ شدہ فطرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، لہٰذا اس سے نفرت کرتے ہیں، نہ اس کا حکم مانتے ہیں اور نہ اس کی نصیحت پر کان دھرتے ہیں۔

اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کی معصوم آنکھیں، جب یہ بچے تھے تو اپنی اسی ماں کو اس حالت میں رخصت کیا کرتی تھیں کہ وہ ان کو پرورش خانوں یا کسی ایسی خادمہ کے پاس پھینک کر جارہی ہوتی تھی جس کو اس بچے کی کسی بات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ان نوجوانوں کے حافظہ میں یہ بات بھی محفوظ ہے کہ یہی ماں ان بچوں کو گنتی کے چند ٹکوں کے مقابلہ میں کتنا بے وقعت اور ناقابل التفات سمجھا کرتی تھی۔ تعجب ہے کہ ان حقائق کی موجودگی کے باوجود ہم ایک دوسرے سے یہ سوال پوچھتے ہیں کہ معاشرے میں عورت کا رول کیا ہے؟

عورت کا رول معاشرے کی تعمیر ہے، معاشرے کے لئے مردوں اور عورتوں کی تیاری ہے، ایک ایسی قوم کی تعمیر ہے جس کے مردوں کو ان کی ماؤں نے زندگی کے ابتدائی سانسوں میں، جب وہ ان کی گود میں پرورش پا رہے تھے، سچی مامتا بھری نگاہوں اور دیانت دارانہ پُرسکون باتوں سے فیض یاب کیا ہو، اور اس کا نتیجہ یہ برآمد ہو کہ بیٹے جب جوانی کی منزل میں قدم رکھیں تو وہ بڑے سے بڑے معاملے میں بھی اپنی ماں کے مطیع فرمان ثابت ہوں اور اس کے حکم و تدبیر سے ہر بُرے کام کو دور پھینک دیں۔ نہ تو وہ اپنے جذبات کو سگار کے دھوئیں میں اُڑائیں اور نہ کسی نشہ آور مشروب کے زہریلے قطروں میں، بلکہ ان کے جذبات واحساسات اپنی ماں کی ان باتوں سے زندگی حاصل کرتے ہوں جو وہ اُنہیں اس اعتماد سے سناتی رہی ہے کہ وہی ان کی زندگی کے تمام مسائل و مشکلات کا حل بتانے والی ہے، اور ان باتوں میں زندہ و تابندہ رہیں جو اس نے اپنے بچے کو ایسے پراعتماد دل سے سنائی ہوں جس میں یہ یقین ہو کہ ان ہی باتوں میں ان کی خیر و فلاح ہے۔ یہی ماں اپنے بچے کا ایسا ملجا و ماویٰ ہو جس سے بچے کی کوئی اچھی بُری بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا ہمیں یہ بات بخوبی ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ مسلمان عورت کا رول پہلا بھی، دوسرا بھی اور تیسرا بھی، یعنی اوّل سے آخر تک، ایک ہی ہے اور وہ ہے: ایک ایسی نسل تعمیر کرنا جو اپنے عقائد میں انتہائی راسخ ہو اور جس نے اسلام کا سبق صاحبِ فہم و ذہانت اور عقل و شعور کی مالک ماں کی گود میں لیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''قریش کی عورتیں ان سب عورتوں میں بہترین ہیں جو اونٹ کی سواری کرتی ہیں (یعنی پورے عرب کی عورتوں میں)۔ یہ اپنے بچے پر سب سے زیادہ شفقت کرنے والی اور اپنے خاوند کے مال کی بہت زیادہ حفاظت کرنے والی ہیں۔'' (صحیح بخاری: ۳۱۷۹)

بچہ کی نگہداشت اور خاوند کی خدمت ہی وہ مؤثر اور فعال کردار ہے جو ایک ایسے ماحول میں جہاں گھر ایسی نیک نہاد ماؤں سے خالی ہیں جو اپنے فہم و ذہانت سے معاشرے کو زندگی کے مختلف پہلوؤں میں روشنی عطا کرتی ہیں، ایسے انسانوں کا معاشرہ تعمیر کرتا ہے جن کے اعتقادات درست، عقل و شعور پختہ اور جذبات حقیقی ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

''بالیقین جو مرد اور عورتیں مسلم ہیں، مؤمن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزے رکھنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے ان مرد و زن کے لئے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔'' (الاحزاب: ۳۵)

یہ ہیں وہ صفاتِ حسنہ جن کا مرد اور عورت دونوں میں پوری طرح پایا جانا بے حد ضروری ہے۔ اِنہی صفات کی بنا پر وہ اس قابل ہوسکیں گے کہ ایک ایسا صحیح اور طاقتور معاشرہ قائم کرسکیں جو ان حقوق کی حفاظت کرسکے جو افرادِ معاشرہ پر اللہ کی جانب سے اور باہم ایک دوسرے کی طرف سے عائد ہوتے ہیں۔

یہ وہ صفات ہیں کہ ان کا موجود ہونا اگر مرد میں ضروری ہے، تو عورت میں ان کا پایا جانا

www.KitaboSunnat.com

ایک ایسی ضرورت ہے جس کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ درحقیقت عورت ہی ایمان و یقین سے لبریز اسلامی زندگی کا محور و مرکز ہے اور اسلامی زندگی ہی وہ چیز ہے جس کو اختیار کرنے سے انسان یہ ثابت کرنے کے قابل ہوتا ہے کہ انسانی برادری کا یہی وہ فرد ہے جس کے وجود سے خاندانوں، معاشرے اور قوم کے حالات و معاملات درست بنیادوں پر استوار ہو سکتے ہیں۔

بلاشبہ ایسی مسلمان عورت جس میں یہ دس اوصاف پائے جاتے ہوں جن کا ذکر مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں ہے اور اس طرح پائے جاتے ہوں کہ وہ ان کی حفاظت بھی کرے اور ان پر اعتقاد بھی رکھے، ان پر عمل بھی کرے اور اپنی ذات اور اپنوں پر ان کو منطبق کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں سے برتاؤ کرتے وقت بھی ان کو بروے کار لائے، ایسی مسلمان عورت کا وجود اسلامی معاشرے کی انتہائی ناگزیر ضرورت ہے۔ ایسی ہی عورتوں کے وجود سے اسلامی معاشرہ سلف صالحین کی زندگی اور عہدِ صحابیات کی طرف لوٹ سکتا ہے اور یہی وہ معاشرہ ہوگا جس میں عورتیں اپنے علم وفقہ اور زہد وتقویٰ سے ایسے مردوں کی مضبوط نسل تیار کرسکتی ہیں اور پھر اسے مستحکم بنا سکتی ہیں جن کا اُٹھنا پندرہویں صدی ہجری میں اسلام کو ریاست و قیادت کے منصب پر واپس لانے اور اللہ واسطے کی محبت اور بھائی چارہ کی فضا پیدا کرنے کے لئے مطلوب ہے۔

اسی طرح وہ معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے جو مردوں کے بازوؤں اور عورتوں کے دلوں پر قائم ہو اور حقیقی معنی میں جدید اسلامی معاشرہ کہلانے کا مستحق ہو، ایک ایسا معاشرہ جو خیر المرسلین حضرت محمد ﷺ کی اُمتِ خیرالامم کی نشاۃِ ثانیہ کا معاشرہ ہو۔ یہ خالص اسلامی تحریک جو عورت کے ہاتھوں برپا ہو، معاشرے میں از سرنو اسلامی زندگی کی روح دوڑا دے۔ اسی تحریک کے وجود میں آنے سے وہ بہت بڑی خرابی دور ہوگی جس سے آج پورا عالم اسلام گزر رہا ہے کہ وہ ایسی نیک ماؤں کے وجود سے خالی ہے جو اپنی اس ذمہ داری سے باخبر ہوں جو ان پر اللہ تعالیٰ اور نئی نسل کی جانب سے عائد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہ بات کہتے ہیں کہ آج مسلمان عورت کو جو کردار ادا کرنا ہے، وہ انتہائی نازک ہے۔ درحقیقت عورت کا اپنے فطری فرائض ادا کرنے کا مشن نہایت اہم اور ضروری ہے۔

اس دور میں مسلمان عورت اس طرح زندہ رہ رہی ہے کہ اس کی زندگی میں سے اسلام کی علامات اور نشانیاں کم ہوچکی ہیں اور یہ عورت ہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ از سرنو ان کو خود میں

www.KitaboSunnat.com

دوبارہ اسی انداز میں پیدا کرے جس طرح وہ عہدِ نبویؐ اور صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ کے دور میں مسلمان عورت میں پائی جاتی تھیں۔ ہاں یہ عورت ہی ہے جو فی الواقع اس بات کی ذمہ دار اور جواب دہ ہے کہ تمام مسلمان معاشروں میں سے اسلامی شعار ضائع ہو چکے ہیں۔ بے شک یہ ایک نہایت نازک اور گراں بار ذمہ داری ہے جس کے لئے انتہائی خلوص سے جدوجہد کی ضرورت ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی محبت میں صرف عورت ہی بروئے کار لاسکتی ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ عورت کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کی کوتاہیوں کی وجہ سے اسلامی معاشروں میں جو پسماندگی اور تباہ حالی پیدا ہوئی ہے، وہ اسے معاف فرما دے۔ یہ پسماندگی اور بدحالی نتیجہ ہے عالم اسلام کے اس دورِ زوال کا جو اس پر اس وجہ سے آیا کہ عورت پر اس کے دین، اس کے ربّ اور عالم اسلام کے حوالے سے جو فرائض عائد ہوتے تھے، اسے ان کی ادائیگی سے آزاد رہنے دیا گیا.....!!

اسلام نے عورت کے لئے گھر سے باہر جا کر کام کرنا حرام تو نہیں کیا لیکن اسے لازمی بھی قرار نہیں دیا۔ اس کے ذمہ اس سے کہیں بڑا اور عظیم الشان کام ہے۔ عورت کا حقیقی کام نسل کو تیار کرنا اور بنانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کی تمام ضروریاتِ زندگی اور اس کے لئے ہر قسم کی سہولتیں فراہم کرنے کا ذمہ دار مرد کو قرار دیا ہے۔ عورت پر کوئی معاشی ذمہ داری نہیں ڈالی، نہ خاندان کی، نہ اولاد کی اور نہ خاوند کی بلکہ عورت کا نان ونفقہ اور اس کی تمام ضروریات وسہولیات یا تو خاوند کے ذمہ ہیں یا ان مردوں کے ذمہ ہیں جو مراتبِ ذمہ داری میں قرب و بعد کے لحاظ سے اس کے مربی و سرپرست ہوں، تاہم اگر کوئی مجبوری آپڑے یا حالات کا تقاضا ہو اور عورت کو گھر سے باہر جا کر کام کرنا پڑے تو یہ ایک استثنائی صورت ہوگی، اس لئے کہ گھر کے اُمور اور خاوند کے معاملات کا خیال رکھنا، پھر بچے کی نگہداشت کے سلسلے میں حمل سے وضع حمل تک کا بوجھ اور بعد ازاں دودھ پلانا، اس کی ہر بات کا خیال رکھنا اور تربیت کرکے عالم شیرخواری سے جوانی کی منزل تک پہنچانا، دراصل یہ ہے معاشرے میں عورت کی اصلی اور حقیقی ذمہ داری!

مرد کو اللہ تعالیٰ نے ممتاز جسمانی اور عقلی طاقت اور غیر معمولی قوتِ ارادی عطا فرمائی ہے اس لئے کہ مرد کے فرائض اور ذمہ داریوں کا تقاضا یہی تھا۔ اس کے بالمقابل عورت کو شفقت و

www.KitaboSunnat.com

نرم دلی عطا فرمائی اور اسے وفورِ جذبات سے نوازا جو بیشتر حالات میں قوائے عقلیہ پر غالب رہتے ہیں، اس لئے کہ اس کی مامتا کا تقاضا یہی تھا۔ اسی طرح عورت جو ازدواجی زندگی مرد کے ساتھ گزارتی ہے، اس کے رکھ رکھاؤ کے سلسلہ میں اگر نزاکتِ جذبات کی کارفرمائی نہ ہوگی اور اس رہن سہن میں عورت اگر قلبی طور پر ہر وقت بیدار اور ہوشیار نہ رہے گی اور خاوند کی خوشی کی مسکراہٹوں اور ناخوشی کی نظروں کو پہچاننے کے سلسلہ میں شدید الاحساس نہ ہوگی تو بہت ممکن ہے کہ مختلف قسم کے ذاتی اور نفسیاتی جھگڑے پیدا ہو کر اس کی اَزدواجی زندگی کو مکدر کردیں کیونکہ یہ بندھن بہت ہی حساس اور نازک ہے۔

ظاہر ہے کہ ان حالات میں عورت کے سر پر اس کی حقیقی اور اصلی ذمہ داریوں کی موجودگی میں مزید ذمہ داریوں کا بوجھ کس طرح ڈالا جاسکتا ہے اور عورت کے لئے ایسی کیا مجبوری ہے کہ وہ گھر سے باہر جا کر بھی کام کرے اور گھر کے اندر بھی کام کرے جبکہ مرد محض اپنی فطری ذمہ داری کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے کام کر رہا ہے۔

مجھے یہ کہتے ہوئے انتہائی دُکھ ہوتا ہے کہ وہ عورت جس نے گھر سے باہر جا کر کام کرنے کا بوجھ اُٹھانا قبول کرلیا ہے، وہ دراصل ہم عورتوں کے لئے دوبارہ غلامانہ زندگی کا دور واپس لانے کی کوشش کر رہی ہے اور عورت ذات پر ایسا بوجھ لادنا چاہتی ہے جو اس کی طاقت سے زیادہ ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے بھی سخت تکلیف محسوس ہو رہی ہے کہ قرونِ مظلمہ میں بھی جب عورت واقعتاً غلام تھی تو اس پر ایسا دوہرا بوجھ نہیں لادا جاتا تھا جیسا کہ آج عورت کے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ عورت جو خود کو اس مغالطہ میں مبتلا کئے ہوئے ہے کہ وہ اب تک مرد کی غلام ہے اور آزادی یہ ہے کہ وہ تہذیبِ مغرب کے رنگ میں رنگی جائے اور ہر معاملہ میں مرد کے مساوی ہوجائے۔ آخر یہ مرد سے مساوات ہے کیا؟ مرد تو اپنے مزاج کے مطابق اپنی فطری ذمہ داریوں کے دائرے میں محدود ہے۔ پھر عورت کو کیا ہوا ہے کہ وہ اپنی فطرت اور طاقت سے بڑھ کر بوجھ اُٹھائے۔

یہ بیسویں صدی کی جاہلیت مرد و عورت دونوں کے ساتھ کیا کر رہی ہے! یہ جاہلیت ان پر ایسے فیصلے مسلط کر رہی ہے جس کا نتیجہ انسانی وجود کی شکست و ریخت کے سوا کچھ نہیں، بالخصوص وہ فیصلے جو عورت کی قدر و قیمت، اس کی کارکردگی اور اس کی صلاحیتوں اور قوتِ برداشت کے

www.KitaboSunnat.com

بارے میں ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے کہ اس دور کی جاہلیت فریب اور جھوٹ سے اور اپنے شور وغوغا سے ہمارے کانوں کو بہرہ کئے دے رہی ہے اور طرح طرح کے مصنوعی اور پُرفریب نعروں مثلاً 'عورت کے ساتھ انصاف' یا 'عورت کی بیداری' وغیرہ قسم کے جھوٹے نام رکھ کر دھوکہ دے رہی ہے۔ اس کے باوجود آپ پوچھتے ہیں کہ معاشرے میں عورت کا رول کیا ہے؟

محترم گرامی منزلت! کیا آپ چاہتے ہیں کہ لگی لپٹی رکھے بغیر آپ کو صاف لفظوں میں سچائی اور حقیقت بتادوں تو سنئے، وہ سچائی یہ ہے کہ

''عورت کو اس کی اپنی مملکت میں واپس بھیج دو، وہی اس کے لئے باعثِ عزت واحترام ہے تاکہ عورت اپنا وہ رول ادا کرسکے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو 'ماں' پیدا فرمایا ہے اور دوسری حیثیت اس کی یہ ہے کہ وہ 'بیوی' ہے۔ اپنی ان حیثیتوں میں وہ بڑی تمکنت اور وقار کے ساتھ اپنی عزت و سیادت کے حقیقی تخت پر جلوہ افروز ہے۔

آپ جانتی ہیں لفظ 'ماں' کے معنی کیا ہیں؟ اس کے معنی ہیں: مرد اور عورت دونوں کی سردار اور اللہ تعالیٰ کے بعد ان کا ملجا و ماویٰ۔ عورت کے ماں ہونے کے معانی یہ ہیں کہ عورت ہی زندگی کو بنانے والی اور انسان کو سکون وطمانیت عطا فرمانے والی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ زندگی جس میں ماں کا تصور باقی نہ رہے، بدبختی کی ایک شکل ہے کیونکہ جسے درست رہنمائی نہ ملے، دوزخ بن کر رہ جاتی ہے اور زندگی میں گمراہی کے اس جنم سے نجات دلانے والی صرف 'نیک ماں' ہے۔

اب میں مردوں سے مخاطب ہوکر پوچھتی ہوں کہ حضرات محترم! کیا ان حقائق کو جان لینے کے بعد بھی آپ مجھ سے دریافت کریں گے کہ معاشرے میں عورت کا حقیقی مشن کیا ہے؟

سنئے! عورت کا مشن ایک نہایت نازک ذمہ داری ہے۔ اے کاش! اگر ہم اس کی نزاکت کو جان جاتے تو اسرائیل کبھی ہماری سرزمین کے ایک حصہ کو غلام نہ بنا سکتا اور ہم خود وہاں حکومت کررہے ہوتے جیسا کہ ہماری حکومت اس پر اس وقت سے تھی جب نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا: «إنما النساء شقائق الرجال» (سنن ابوداود:۲۰۴ 'صحیح')

''عورتیں اسی طرح مردوں کے برابر اور ہم پایہ ہیں جیسے دو سگے بھائی ایک دوسرے کے برابر

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں۔''

یہ حقیقت ہے کہ اگر ہم آپؐ کے اس ارشاد کو ایک اہم اور مقصود بالذات حقیقت کی حیثیت سے اپنے پلے باندھ لیتے تو ہم کو معلوم ہوجاتا کہ فی الواقع عورت کی ذمہ داری مردوں کی تعمیر ہے، اور مرد کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ عورت کے لئے، اس کے بال بچوں کے لئے بلکہ پورے خاندان کے لئے ہر قسم کا سامانِ زیست اور لوازماتِ زندگی مہیا کرے تاکہ عورت کو اتنی فرصت مل سکے کہ وہ ایک ایسی نسل تعمیر کرسکے جو دوبارہ ہمیں پوری دنیا کی سیادت وقیادت واپس دلا سکے اور پھر ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کریں اور کاروبارِ جہاں بعینہٖ اس طرح چلائیں جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہتا ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (المنافقون:٨)

''حالانکہ عزت تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مؤمنین کے لئے ہے۔''

لیکن آج وہ عزت کہاں ہے؟ کیا اس دنیا پر آج حق کی فرمانروائی ہے؟ حق کو بالادستی حاصل ہو اور اس کی یہ شکل وصورت ہو؟ بے شک آج دنیا سے حق کے ناپید ہونے کی ذمہ داری مسلمان عورت پر ہے لیکن آج ہم نے معاشرے میں عورت کے فرائض کے بارے میں سوال اُٹھایا ہے تو کیا ہم نے وہ تمام ذمہ داریاں پوری کردی ہیں جو ہم پر عائد ہوتی ہیں؟ میں اس کا صحیح جواب دیتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ عورت کا اس کی مملکت یعنی خاندانی زندگی میں واپس لوٹنا۔ یہی مقام اس کی عزت، وقار اور اِکرام واحترام کا وہ تخت ہے جس پر بیٹھ کر وہ اس طرح زندگی گزارے گی کہ افرادِ معاشرہ کی تعمیر وتربیت کرے، اُنہیں ان کی ذمہ داری سے آگاہ کرے اور ان سے پوچھے کہ کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ ایک اور نسل تباہ وبرباد ہوجائے یا تم وہ زندگی اختیار کرنا چاہتے ہو جو اللہ تعالیٰ کے قانون کے ساتھ مضبوطی سے بندھی ہوئی ہے؟ اگر اس سوال کے جواب میں مرد اصرار کرے کہ میں تو وہی زندگی اختیار کروں گا جس کا نتیجہ ہلاکت ہے تو اس صورت میں عورت پر یہ فرض عائد ہوجائے گا کہ وہ ایسے مرد سے کنارہ کش ہوجائے اور صاف لفظوں میں اسے بتادے کہ آج کے بعد میں نئی نسل کو تباہ کرنے میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گی۔

www.KitaboSunnat.com

قوموں کی بدبختی اس طرح آتی ہے کہ اس میں فضل و شرف کا احترام ختم ہوجاتا ہے اوراس کے عوام کا ایک طبقہ جنسی شہوات کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ اس بات کی پہلی نشانی ہے کہ معاشرے میں عورت اور اس کا مقام و مرتبہ ضائع ہوچکا۔ ان حالات میں عورت کو چاہئے کہ صاف کہہ دے کہ تباہ و برباد ہوں وہ لوگ جن پر ان کی خواہشاتِ نفسانی کی حکمرانی ہو۔ میں ایسے معاشرے کو چھوڑ کر اپنے ربّ کی بتائی ہوئی شاہراہ پر جارہی ہوں تاکہ از سرنو ایک نئی قوم کی تشکیل وتعمیر کروں۔

آپ جب اسلامی معاشرے میں 'عورت کا اہم ترین مسئلہ' کے موضوع پر تحقیق کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ بات کس قدر سچ ہے کہ اس وقت عورت کا اہم ترین مسئلہ یہی ہے کہ عورت خاندانی زندگی میں ایک ملکہ اور ماں کی حیثیت سے زندگی کے سفر میں اپنی اولاد کی رہنمائی کرے اور اس کی نگرانی اور تربیت کے لئے راتوں کو جاگ جاگ کر ایک ایسی مضبوط نسل وجود میں لائے جس کو زندگی میں اپنی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہو۔ یہ ماں ان سے اور وہ اپنی ماں سے زندگی کے مقاصد کے بارے میں دریافت کریں اور یہ عورت ماں کی حیثیت میں ان کو بتائے کہ

''میرا مشن یہ ہے کہ میں تمہیں ایک ایسی قوم کے زخموں کی کہانی سنانے کے لئے زندہ رہوں جو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے عادلانہ قوانین کے مطابق اس دنیا پر حکومت کررہی تھی، پھر وہ شریعت اور صحیح طریقے سے ہٹ گئی اور اس کے یہ اور یہ نتائج برآمد ہوئے۔

اور اے میرے پیارے بیٹے! تیرا مشن یہ ہے کہ تو میری ان باتوں کو جو میں تجھے اس قوم کی شان و شوکت اور عدل و انصاف کے بارے میں سناؤں، ان کو خوب ذہن نشین کرے۔ میں تجھے اس اُمت کے پہلے مردانِ کار کے بارے میں بتاؤں گی کہ وہ کیسے تھے اور اُنہوں نے کیسی شاندار زندگی گزاری۔ میں یہ جو کچھ تجھ کو سناؤں تو اسے پوری توجہ سے سن اور اپنے ذہن میں محفوظ کرلے۔

میں تجھے تیرے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں بتاؤں گی۔ آپؐ کے غزوات کے قصے سناؤں گی۔ ان بڑی شخصیتوں کے حالات سناؤں گی جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے بعد زمامِ کار سنبھالی اور دنیا پر اس انداز سے حکمرانی کی کہ ہر طرف عدل و انصاف کا دور دورہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگیا۔ جب میں تجھے یہ سنا رہی ہوں گی تو تیرے کان میں بہت سے نام پڑیں گے اور تو ان ناموں کو پکارے گا اور محسوس کرے گا کہ تو خود اُنہی میں سے ہے اور ان کے ساتھ ہے۔ پھر اس دن میری خوشی اور خوش بختی اپنی انتہا کو پہنچ جائے گی جب میں تجھے ان بڑوں کا نام لیتے سنوں گی اور تو کہے گا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے اور میں آپؐ کے طریقہ پر ہوں اور اسی راستے پر چلوں گا جس پر آپؐ کے اصحابؓ کبار رضوان اللہ علیہم چلے تھے۔ اماں جان! میں ان سب کو عالم تصور میں دیکھ رہا ہوں اور میں انہی کے قدموں پر قدم رکھتا ہوں۔ اس دن میری مسرت کا کیا ٹھکانہ ہوگا جب میں تجھ سے سوال کروں گا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں تو باتیں کر رہا تھا۔ تو تو کہے گا کہ ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم اور وہ تمام لوگ جو ہدایت و رہنمائی میں ان کے نقش قدم پر چلے۔ تو کہے گا: اماں جان! میں عنقریب خلفاے راشدین کا دور واپس لاؤں گا۔ میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا دور واپس لاؤں گا۔ میں از سرنو اسلام کی نئی تاریخ رقم کروں گا۔ میں عنقریب ترکی میں خلافت کی نئی تاریخ مرتب کروں گا اور مسجد آیا صوفیہ میں نماز پڑھوں گا۔ افغانستان میں جنم لینے والی جرأت اور بہادری کی داستانیں بیان کروں گا۔ اے اماں جان! میں اندلس کو دوبارہ آزاد کراؤں گا، میں ملتِ اسلامیہ کی وحدت پھر سے واپس لاؤں گا اور مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں کو ختم کرکے اسلامی وحدتِ کبریٰ قائم کروں گا، جیسا کہ خیرالقرون میں تھی، جب نبی اکرم ﷺ کے خلفا حکومت کرتے تھے۔ اماں جان! میں آپ کی سنائی ہوئی کہانیوں کا پھل ہوں اور تمہاری اس محبت کا ثمرہ ہوں جو تم کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔''

آج کے دور میں ماں کو جو مہم سر کرنا ہے وہ نہایت مشکل اور نازک ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت مرد کو خاندان کے دائرے سے باہر نکل کر کام کرنے کے لئے فارغ کردے اور خود خارجی دنیا کے اُمور و معاملات سے اسی طرح فارغ ہو کہ خاندان کے دائرہ کے اندر نئی نسل کی تربیت کے سلسلہ میں سنہری کردار ادا کرسکے۔ یہ انتہائی ضروری ہے اس لئے کہ اسی کا نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ مرد کو اپنی استعداد اور صلاحیت بڑھانے کے بہتر مواقع میسر آسکیں گے اور قومی پیداوار بڑھے گی۔ اس لئے کہ وہ ایک انسان جس کی تعمیر اور رہنمائی صحیح طریقہ پر ہوئی ہو، ان کثیر التعداد افراد کے مقابلہ میں زیادہ نتیجہ خیز اور بابرکت ہوتا ہے جو سیلابی کوڑا کرکٹ کی مانند ہوں اور معاشرہ پر بوجھ ہوں۔

www.KitaboSunnat.com

عورت اگر اپنے فطری میدان کی طرف لوٹ آئے اور مرد اپنے وہ فرائض ادا کرے جو اس کی فطری ذمہ داری ہیں، تو ہم دیکھیں گے کہ عورت نے اپنے عمل صالح کے نتیجے میں پاکیزہ معاشرہ کا ایک عظیم الشان محل تعمیر کر دیا ہے اور اپنے فکر وضمیر سے اس کی روز افزوں ترقی میں کوشاں ہے تاکہ معاشرے کو ایک ایسی پختہ مزاج نسل عطا کرے جو اس کا نام بلند کرے، اس کی مامتا کا احترام کرے اور اس کی خدمت کی صحیح قدر کرے جو اس نے معاشرے کے لئے کی ہے۔اس سے ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے گا جس میں خیر خواہی ہو، فکر سلیم ہو، درست رہنمائی ہو اور بالآخر ایک ایسی حکومت کا قیام عمل میں آجائے جو قرآنی نظام حکومت چلائے اور خلافتِ راشدہ کے طریقے پر چلے اور مسلمان ملکوں اور قومیتوں کے درمیان اس طرح اتحاد و اتفاق پیدا کرے کہ ان کے عوام، ان کے عقائد، ان کی سیاست ومعیشت اور حربی حکمتِ عملی الغرض سب چیزیں باہم مربوط ہوجائیں۔

وہ صالح مائیں جو اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت کے لئے (جو قوم کی تعمیر میں خشت اوّل کی حیثیت رکھتے ہیں) بیدار رہتی ہیں۔ وہی دراصل قوم کی معمار ہیں جو اس کی ساخت پرداخت کے لئے ایسی سرسبز فصلیں اُگا کر دیتی ہیں جو اپنے ربّ کے اِذن سے ہر وقت اپنی پیداوار دیتی رہتی ہیں۔

الغرض اُمتِ مسلمہ عورت کے ہاتھ میں امانت ہے، جس کا دین اور اس کی ذمہ داریاں ہر وقت اس سے یہ سوال کرتی ہیں کہ آخر کیوں ہم پیچھے رہ گئے اور اَغیار آگے بڑھ گئے؟ ہم دوسروں کے محکوم کیوں ہیں؟ یہ اسرائیل آئے دن ہم پر کیوں حملے کرتا رہتا ہے؟ یہ روس وامریکہ نے کیوں افغانستان میں ہمارے دینی شعائر کے احترام کو پامال کیا ہے؟ یہ امریکہ جس کی عمر ابھی محض دو سو سال ہے، آخر کیوں ہم پر اپنی دھونس اور دھاندلی مسلط کرتا رہتا ہے۔آخر ایسا کیوں ہے؟ جبکہ ہم ایک ایسی قوم کے افراد ہیں جس کو وجود میں آئے پندرہ صدیاں گزر چکی ہیں۔

پھر کسی پُرسکون لمحہ میں وہ ان سب سوالوں کا جواب پالیتی ہے..... یا غیبی آواز یہ جواب اس کے کان میں ڈالتی ہے.....اور یہ جواب نہایت سخت ہے۔کیا آپ جانتے ہیں وہ جواب کیا ہے؟ سنئے، وہ جواب یہ ہے:

www.KitaboSunnat.com

''تو ہی، اے میری پیاری! تو ہی، جو کہ عورت ہے، اس ساری خرابی کا باعث ہے۔ تو نے اپنی اولاد کو اس حال میں رہنے دیا کہ ان کے کان حق سننے کے لئے بہرے اور آنکھیں حقائق کو دیکھنے کے لئے اندھی رہیں۔ تو نے اُنہیں اجازت دی کہ وہ ان زہریلی لہروں کے غلام بن کر رہیں جو میڈیا کے ذریعے سے ان تک ہمارے ہی لوگوں کے ہاتھوں پہنچ رہی ہیں لیکن ظالم اور قاتل دشمنوں نے ان کو زہر میں بجھا کر مہلک بنا دیا ہے۔

تو اے میری پیاری، تو جو عورت ہے، تو اس ساری خرابی کی ذمہ دار ہے کیونکہ تو اپنے دین توحید کے فضائل و برکات سے محروم ہے کیونکہ اس وقت یہ دین دشمنوں کی کوششوں کے نتیجے میں فضول اور لچر خرافات سے ملوث ہو چکا ہے اور یہی وہ تعلیم ہے جو سیکولر سکولوں میں تیرے بیٹے حاصل کر رہے ہیں۔ یہ بچے جو نئی نئی اصطلاحات مثلاً قومیت اور قومی بیداری و ترقی وغیرہ پڑھتے ہیں، یہ سب زہریلے نام ہیں اور جھوٹی اور فرضی چیزوں کے لئے گھڑے گئے ہیں جو شیطان نے بنا سنوار کر ان کی درسی کتابوں میں لکھ دیے ہیں۔

یہ سب امریکی یہودیوں کے افکار ہیں جن کے ذریعے سے بیسویں صدی کی جاہلیت نے ہم پر یلغار کی ہے تاکہ ہم اس کی قیمت کے طور پر پہلے فلسطین ان کے سپرد کر دیں پھر ایک ایک کر کے اپنے تمام گھر بھی ان کے حوالے کر دیں۔''

دراصل یہی قیمت ہے عورت کی مفروضہ ترقی کے نام پر نئی نسلوں کے ضائع ہو جانے کی اور درحقیقت یہی حقیقی پسماندگی بلکہ دورِ جاہلیت کی طرف واپسی ہے۔ اس نام نہاد ترقی کے نام پر کئی نسلیں تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔ اگر ہم اب بھی ہوش میں نہ آئے اور عورت کو اس کی مملکت میں بطورِ سردار و ملکہ کے واپس نہ لائے تاکہ وہ از سرِ نو ایک نیا معاشرہ قائم رتعمیر کرے اور اپنی موجودہ حالت کو دیکھے اور سمجھے، تو پھر ہمیں ایک بڑی قیامت اور تباہی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ عورت اپنے حقیقی مشن کو سمجھے اور اپنی ذات میں رہ کر اپنے معاشرے کی اصلاح اور بہتری کی ہوش مند نگران ثابت ہو، تاکہ مردوں کو تعمیر معاشرہ کے لئے تیار کرے، ایسے مردانِ کار جو مستقبل کے معمار ثابت ہوں، اسلام کے شجرۂ مبارکہ کی نئی پود ہوں جس کی جڑیں انتہائی مضبوط اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوں جو اپنے ربّ کے اِذن سے اپنی پیداوار ہر وقت اور ہر آن دیتے رہیں۔

یہ ہوگی وہ مسلمان عورت جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوگی اور یہی وہ

www.KitaboSunnat.com

عورت ہوگی جو نئے مستقبل کی معمار ثابت ہوگی اور ایسی نئی نسل وجود میں لائے گی جس کا نعرہ الله أكبر اور العزة للإسلام ہوگا اور اس کا کہنا ہوگا کہ شکر اللہ کا، اسکے اس انعام پر کہ اس نے ہمیں صلاح وفلاح کی توفیق عطا فرمائی تاکہ اس کا کلمہ بلند ہو اور کافر ذلیل وخوار ہوں۔

اس طرح ہر چیز اپنے اصل مقام پر آ جائے گی اور عورت اپنے اصل مشن یعنی اپنی بزرگ اور محترم ماؤں حضرت خدیجہ الکبریٰؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت نسیبہؓ اور حضرت فاطمہ الزہراؓ بنتِ رسول اللہ ﷺ اور حضرت اسما بنتِ ابوبکر رضوان اللہ علیہن کے سیرت و کردار کی طرف واپس لوٹ آئے گی۔ اس طرح حق کو باطل پر غلبہ حاصل ہوگا، ان جانوں کی برکت سے جو قربان کی جائیں گی اور اس مال کے نتیجے میں جو خرچ کیا جائے گا اور وحدتِ اُمت کے طفیل فرقہ بندی اور افتراق وتشتت ختم ہوجائے گا۔

بے شک عورت کو جو مہم درپیش ہے، وہ انتہائی مشکل اور نازک ہے اور وہ ہے ایسے عمل کا بیڑا اُٹھانا جس کے نتیجے میں سب مسلمان فرقہ بازی چھوڑ کر ایک شجرہ مبارکہ کے گرد جمع ہوجائیں جس کی جڑیں نہایت مضبوط ہوں اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں اور جو اپنے ربّ کے اذن سے ہر آن اپنی پیداوار دیتا ہے۔

یہ درخت دراصل لا الٰہ إلا الله ہی ہے جس کے حقیقی مفہوم کو صحیح طریقے پر سمجھنے پر ہی اُمتِ مسلمہ کا اتحاد قرآن وسنت کی بنیاد پر ہوسکتا ہے۔ وہ ایک ایسی جماعت بن سکتی ہے جس کا ایک ہی عقیدہ ہو اور جسے وہ فہم حاصل ہو جو قرآن کے سرچشمہ سے خود کو سیراب کرے اور سنتِ نبویؐ سے روشنی حاصل کرے اور خلافتِ اسلامیہ دوبارہ قائم ہو جو پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک اُمت بنا دے، سب کی ایک ہی فوج ہو اور ایک ہی حکومت ہو اور سب ایک ہوں۔

آج پندرہویں صدی ہجری کے دور میں ایک مسلمان عورت ہی اپنے بیٹوں کو اُمتِ مسلمہ کی تاریخ پڑھا سکتی ہے اور اس طرح ماضی کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی تلافی ممکن ہے، اس طرح عورت اپنا وہ حق ادا کرسکتی ہے جو اس پر واجب ہے۔ کیونکہ.....عورت ہی تو معاشرے کی ماں اور سردار ہے۔ جب ایسا ہوجائے گا تب ہم کہہ سکیں گے کہ مسلمان عورت نے اپنا مشن بہترین طریقہ پر اور کامیابی کے ساتھ پورا کردیا اور ایک ایسا اسلامی معاشرہ تعمیر کردیا جو قرآن وسنت کے مطابق ہے اور واقعی مسلمان عورت عظیم ہے۔

www.KitaboSunnat.com

LRL No. 183
Vol.39 NO.1
Monthly MUHADDIS Lahore
5866476
5866396

☜ **عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں**

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

☜ **علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں**

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ **غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے**

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ **تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے**

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ **آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے**

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

☜ **جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے**

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے ——— زرِ سالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700